بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
إنَّ علينا جمعهٗ وقرآنهٗ

تاریخ تدوینِ حدیث

جس میں صحابہ کرامؓ کی دستاویز اور صحائف تابعین کی علمی خدمات اور قلمی کاوشوں اور ائمہ کرام کی تصانیف اور مسانید کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہدایت اللہ ندوی
استاذ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ
ضلع منٹگمری
مغربی پاکستان
(مطبوعہ استقلال پریس لاہور)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٤٨٤٨
٦٥٥٥ ت

گذارش

٨٤٣١

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، انسانی زندگی کے ہر پہلو
اور لائحہ عمل ہے، جس کے اصول و قواعد قرآن پاک اور حدیث میں بتفصیل موجود ہیں ا
کرام کے عظیم معاشرے نے حدیث کو فراہم اور مدوّن کیا

زیر نظر کتاب کی ترتیب کا مقصد مسلم قوم کو اس کے آئینِ حیات " ح
اور سرمایۂ ملّت کی تاریخ سے آگاہ کرنا ہے۔ کہ اس کی تحریر و تدوین میں کس قدر حز
عرق ریزی اور والہانہ عقیدت سے بلیغ اہتمام کیا گیا، کس عہد اور ماحول میں یہ
سینوں سے سفینوں میں منتقل کئے گئے اور کن پاک ہاتھوں سے یہ کارنا
پذیر ہوا جو سارے جہان کے لئے مایۂ حیرت ہے

یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے
و قاصر ہے اپنے تو اپنے اغیار بھی اس کی تعریف و تحسین کئے بغیر نہ رہ سکے

پیشِ نگاہ تالیف کا اکثر حصّہ مقالوں کی صورت میں ملک کے وسیع اخبار
"الاعتصام" لاہور، روزنامہ "تسنیم" لاہور میں شائع ہو چکے ہیں، احباب کے اصرار
حیثیت کے پیشِ نظر یہ مقالے "کتابی صورت میں آپ کے سامنے ہیں
کتاب کے حوالوں اور کتابت کی تصحیح میں پوری کوشش کی گئی ہے، تاہم
نسیان کا پتلا ہے اور پھر مجھ ایسا ہیچمدان اور تہی مایہ انسان،

حضرت الاستاذ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ، کا بے حد ممنو
اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کا پیش لفظ رقم فرما کر عاجز کی
شرفِ قبولیت بخشا، فجزاھم اللہ احسن الجزا

ہدایت

١٢ / نومبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از

حضرت العلام مولانا محمد اسمٰعیل صاحب متع اللہ الاسلام والمسلمین بطول بقائہٖ
ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

وبعد فقد قال اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

عن حسان قال کان جبرئیل ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقران دارمی ص۔ مجموعہ الرد الوافر ۳

الصواعق المرسلہ ۳۴۰/۲ موافقات شاطبی ۲۶/ج ۴

قرآن اور سنت دونوں ذکر میں شامل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، دونوں کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہوا، دونوں کا ماخذ وحی الٰہی ہے، دونوں کی حفاظت حفظ اور کتابت سے ہوئی۔ قرآن کی حفاظت قراء اور لکھنے والوں نے کی۔ حدیث کی حفاظت حفاظ حدیث اور کاتبوں نے فرمائی۔ حفاظت کے طریقوں میں فرق ہے۔ اسی لئے سنت کا مرتبہ قرآن عزیز کے بعد رکھا گیا ہے

قرآن عزیز کے معانی میں جب احتمال ہو تو سنت کا فیصلہ قاضی اور ناطق ہوگا کیونکہ سنت کا نزول بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے

Marfat.com

ہوا۔ جب دونوں علوم کا ماخذ و منبع ایک ہی ہے تو ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب ایک کا اقرار دوسرے کا انکار موجب استعجاب ہے۔

قرآن مجید بھی ہم تک تواتر سے پہونچا اور انسانوں کی اس مجموعی کوشش نے "عصمت عن الخطا" کی صورت اختیار کرلی، روایت میں تلقی بالقبول اور اجتہادیات میں یہی مقام "اجماع" کو حاصل ہے۔ انفراداً انسانی کوششیں خطا اور نسیان کی متحمل ہیں لیکن اجتماعیت اور تواتر سے یہ کوششیں معصوم ہو جاتی ہیں، اس لئے قرآن عزیز کا ہر ہر نقطہ اور حرف محفوظ ہے۔ اور یہ نقل متواتر اس حفاظت کی ضامن ہے۔

آنحضرت ﷺ کی احادیث کی حفاظت کا سامان بھی حق تعالیٰ نے اسباب کی دنیا میں اسی طرح فرمایا۔ حفاظ حدیث نے اپنے اوقات حفظ حدیث کیلئے ٹھیک اسی طرح وقف فرما دیئے جس طرح حفاظ قرآن نے قرآن کو حفظ فرمایا۔ حافظوں میں بشری نقائص کی اصلاح کے لئے حفاظ حدیث کی کتابیں اور ان کے تعلیم وقف ہو گئے اور یہ سلسلہ صحابہ سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے

چنانچہ حدیث کے ذخائر مختلف اقسام و انواع میں موجود ہیں۔

صحیح جن کے مؤلفین نے نقل حدیث میں صحت ہی نہیں بلکہ مراتب صحت کے لحاظ سے خاص شرائط رکھیں اور ان شروط کی پابندی کی پوری کوشش فرمائی جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم . . . .

. . . مستدرک حاکم ۴۰۵ھ، صحیح ابن خزیمہ ۳۱۱ھ صحیح ابن حبان ۳۵۴ھ وغیرہ ان مصنفین نے اپنی جوامع اور مسانید میں صحت کی شرط فرمائی، جہاں تک ممکن تھا انسانی حدود کے اندر اپنی بساط کے مطابق اس شرط کو پورا کیا وکان سعیہم مشکوراً

Marfat.com

۲۔ جلا ذخیرہ: ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مؤطا مالک، دارمی، دار قطنی وغیرہ ان کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں صحت کی شرط نہیں فرمائی بعض دوسری شرائط ان کے پیش نظر رہی ہیں اس کے باوجود ان میں اکثر احادیث صحیح ہیں اور قابل استناد۔ اسی لئے ان میں سے بعض کو صحاح کہا گیا ہے، لیکن ضعیف، حسن، شاذ، منکر سے یہ کتابیں خالی نہیں۔ تعارض اور ترجیح کے وقت ان اقسام کا تفاوت پیش نظر رہنا چاہئے۔

بالکل غیر مستند، موضوع اور مختلق احادیث یا ضعیف اور کمزور روایات: اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، شوکانی ۱۲۵۰ھ، موضوعات کبیر صغیر لعلی القاری ۱۰۱۴ھ، تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث، بعض رسائل لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ۷۲۸ھ، موضوعات ابن جوزی ۵۹۷ھ وغیرہ ذلک، معاجم طبرانی، الضعفاء للعقیلی ۳۲۲ھ وکامل لابن عدی ۳۶۵ھ وغیرہ، یہ ذخیرہ عموماً موضوع اور مختلق ہے یا بیحد ضعیف جس سے عام حالات میں استدلال درست نہیں۔

اس تنوع کے باوجود احادیث میں متواتر کی بڑی تعداد موجود ہے ان میں لفظاً متواتر بھی ہیں اور معنیً بھی۔ موجودہ دفاتر سنت کی نسبت ان کے مصنفین تک متواتر ہے اور ائمہ مصنفین سے اکثر احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک دس دس اور بیس بیس اسانید سے پہونچتی ہیں۔ پھر ان روات میں بعض ائمہ ایسے ہیں جن کے اسمائے گرامی جرح و تعدیل کے باب میں پوری اہمیت سے لئے جاتے ہیں اور معلوم ہے کہ متواتر میں صرف "عدد" کی کثرت ہی مطلوب نہیں بلکہ صفات رجال کو بھی دخل ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ بعض وقت ثقہ اور مستند آدمی بازاری قسم کے آدمیوں کے ایک ہجوم

Marfat.com

سے زیادہ قابلِ اعتبار ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی احادیث جو مستند رُوات اور متعدد اسانید سے آنحضرت تک پہونچیں ان کے لفظاً متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ تواتر معنوی اس کے علاوہ ہے اس لئے بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے۔ کہ احادیث کے ان دفاتر میں متواتر احادیث کا بہت بڑا سرمایہ موجود ہے۔ بعض اہل علم نے متواتر کی قلّت کی تصریح فرمائی ہے۔ وہ متواتر کے مفہوم میں غلطی یا صفات رجال سے بے اعتنائی اور ائمہ فن کی تصریحات سے بے خبری پر مبنی ہے اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الصواعق المرسلہ لابن قیم ۷۵۱ھ اور دیگر کتب اصول" فان لصفات الرجال قدراً علیماً فی تحقیق مفہوم المتواتر لفظیاً کان او معنویاً۔

باقی احادیث

متواتر کے علاوہ باقی ذخیرہ جو سنت کے دفاتر میں موجود ہے اس میں صحیح، حسن اور بعض اقسام ضعاف پائی جاتی ہیں، جن سے استناد کیا جاسکتا ہے، ایسے قرائن پائے جاسکتے ہیں، جو ضعف کا جبر بن سکیں اور حدیث فی الجملہ اس قابل ہو سکے جس پر اعتماد کیا جاسکے

بلاشبہ ایسے ادلہ اور اصول ظن سے خالی نہیں ہوں گے لیکن اس ظن کی تائید جب قرائن سے ہو جائے تو یہ ظن شرعاً عرفاً قابل استناد ہے اور دین میں ایسے ظنون پر اعتماد کیا گیا ہے "قانون شہادت، قانونِ عدالت ضمانت، اقرار، بعض احکام اسی قسم کے ظن پر مبنی ہیں، یہ وہم کہ دین میں ظن کا کوئی مقام نہیں کسی دلیل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

"اخبار احاد اور منکرین حدیث کا ظن"

ان ظنی احادیث پر استناد وثوق تو کیا جاسکتا ہے جس قدر ہمارے منکرین

حدیث کو اپنے اجتہادات پر ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی مولوی حشمت علی دہلوی ثم لاہوری، مستری محمد رمضان صاحب گوجرانوالہ سید رفیع الدین صاحب ملتانی، چاروں حضرات نے قرآن مجید سے نماز کشید کرنے کی کوشش کی ہے نماز کے لئے اذکار قرآن عزیز سے برآمد کرنیکا شغل فرمایا ہے۔ پہلے دونوں بزرگ پانچ نمازیں مانتے ہیں، اذکار میں اختلاف فرماتے ہیں، مستری محمد رمضان صاحب اذکار میں اختلاف کے ساتھ نماز کے لئے صرف تین وقت ملتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عصر اور مغرب مولویوں نے از خود بنالی ہے قرآن میں صرف فجر، ظہر، عشاء تین نمازیں ہیں، یعنی صلواتِ مسلیمہ کذّاب ؟

سید رفیع الدین ملتانی فرماتے ہیں نمازیں چار ہیں، دو دن میں دو رات کے وقت، دن کی نمازوں میں مشرق کی طرف منہ کرے، رات کے اوقات میں مغرب کی طرف "قل للہ المشرق والمغرب"۔

نماز جیسی عبادت میں ان حضرات کا اختلاف ان کی موت تک ختم نہیں ہو سکا اور ہر ایک کو اصرار تھا کہ صرف میری نماز قرآنی ہے باقی غلط اور غیر مقبول ہے۔

یہ حضرات پوری عمر لڑتے رہے اور قرآن بیچارا خاموش مظلوموں کی طرح یہ نظارا دیکھتا رہا جب تک قرآن عزیز اپنی زبانی . . ان حضرات سے کسی کی تائید نہ کرے یہ سارے مفہوم ظنی ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ ظنی اجتہادات کچھ دینی اہمیت رکھ سکتے ہیں تو احادیث نبویہ کی ظنیت اس قدر کمزور تو نہ ہونی چاہیئے کہ ان مزخرفات کے سامنے بھی نہ ٹھہر سکے، اس لئے احادیث کا یہ ذخیرہ اپنی ظنیت کے باوجود قابل اعتماد ہوگا اور اعمال میں اسے حجت

سمجھا جائے گا۔

اس باہمی مخاصمت کی بنا پر مولوی احمد دین صاحب امرتسری نے نماز کی اساسی حیثیت کو ہی نظرانداز کر دیا۔ وہ خود عام مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے تھے پانچ چار اور دو نہیں پڑھنے پر انکار نہیں کرتے تھے عام عادات میں مسلمانوں کی رسوم کا تتبع کرتے تھے اور پرویز صاحب نے ایسے معاملات مرکز ملت کے سپرد کر دیئے ہیں۔ یہ معلوم نہیں مرکز ملت کے یہ فیصلے ظنی ہوں گے، یا قطعی، دینی ہوں گے یا لادینی؟ ہر دانش مند آدمی کا ضمیر فیصلہ کرے گا کہ ان پریشان خیالات سے تو ہر حال خبر واحد زیادہ قابل اعتماد ہو گی۔ اور ایسے کم سواد اور کند ذہن حضرات کو اخبار احاد پر اعتراض اور تشکیک پیدا کرنے سے شرم محسوس ہونی چاہیئے۔ فَمَا لِھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا

انکار حدیث کا مرض

احادیث پر تنقید اہل علم کا دل پسند مشغلہ رہا ہے قواعد فن کی روشنی میں بعض احادیث کا رد، بعض میں توقف ہر دور کے اہل علم کرتے رہے ہیں۔

صحابہ تابعین۔ ائمہ اسلام اپنے مسالک کی ترجیح میں انہیں قواعد سے استفادہ فرماتے تھے۔

ائمہ رجال اور ان کے اوصاف موالید و وفیات کی بنا پر احادیث کے متعلق ایجاباً یا سلباً حکم لگاتے رہے ہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ فن تنقید کی ایجاد کا سہرا انہی بزرگوں کے سر ہے اگر ان حضرات کی رہنمائی نہ ہوتی تو ہم اس راہ میں ایک قدم نہ چل سکتے، جو مواد آج غلطی یا جہالت سے سنت کے

خلاف استعمال ہو رہا ہے، یہ بھی ان کی عنایت باوقت فکر کا نتیجہ ہے، ان مباحث کو انکار حدیث سے کبھی تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

اہل ہواء

ان کی دیکھا دیکھی کچھ ایسے حضرات بھی تنقید کے میدان میں آ گئے جن کے پیش نظر کوئی بنیادی چیز نہ تھی بلکہ کچھ خواہشات تھیں۔ کچھ طے کردہ نظریات تھے، وہ ہر قیمت پر ان کی حمایت کرنا چاہتے تھے۔ ان کی تنقید کا محور وہی خواہش یا آرزو تھی۔ شیعہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کچھ بھی ہو، اہل بیت کی حمایت کریں گے۔ خوارج نے طے کر لیا کہ وہ ہر برائی کا مورد خانوادۂ نبوت کو قرار دیں گے، دونوں گروہ کی تصانیف ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کو یہ بات نمایاں نظر آئے گی۔

معطلہ، مجسمہ، معتزلہ، جہمیہ کے سامنے بھی اسی قسم کے مقاصد تھے۔ ان کی زد سے نہ قرآن بچ سکا نہ حدیث، تاویل کی بے ہنگام اور بے اصول گردش نے تمام قواعد کو کچل کر رکھ دیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ العصر ابن قیم کی تصانیف سے یہ کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔

آج ہمارے سامنے منکرین ہند موجود ہیں تاویل و تحریف میں ان کے ہاں کوئی جوہری فرق نہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات حسنیٰ کو وہ اس عاجز مخلوق اور مطیع بندوں کی طرف اس طرح منتقل کرتے ہیں، گویا خدا تعالیٰ کیلئے اس دنیا میں کوئی کام باقی نہیں۔ نہ ہی اس کی کوئی صفت باقی ہے جس کی ملکیت اور عطا کا دعویٰ نہ کر دیا گیا ہو۔

ان اہواء کی حمایت میں احادیث کے رد و قبول میں جو روش اختیار کی گئی ہے، یہ ائمہ حدیث کی راہ سے بالکل مختلف ہے۔ محدثین کی تنقید

Marfat.com

اور جرح و تعدیل کے اصول موافق مخالف سب کے لئے یکساں مفید اور مفر ہو سکتے ہیں. لیکن اہل بدعت کی تنقید اسی محور پر گھومتی ہے جہاں وہ اسے گھمانا چاہتے ہیں. ائمہ حدیث کے اصول صدیوں سے اہل علم کے لئے زیادت علم اور افادہ کے موجب ہو رہے ہیں. لیکن اہل بدعت کے اصول و قواعد روزانہ بنتے اور بدلتے رہتے ہیں، کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالها من قرار

ان اہواء اور خواہشات کی حمایت میں احادیث پر جس طرح ہاتھ صاف کیا جاتا ہے. اس کا انکار سے بہتر کوئی نام نہیں،

اہل قرآن یا منکرین حدیث

ان حضرات کی حالت بھی پہلے اہل ہواء کی طرح ہے، سنت پر بدگمانی قلت مطالعہ، لاعلمی. انگریز مستشرقین سے تاثر، مناظرانہ جذبات، اور اس کے ساتھ احساس کہتری اور کبر، اس تحریک کے اساسی ارکان ہیں ان کے قائد بالواسطہ یا بلاواسطہ جدید تعلیم سے متاثر ہیں اس کے ساتھ ہی اس تہذیب کا بھی ان حضرات پر اثر ہے جو جدید تعلیم کے ساتھ آئی. وہ رسوم و عادات بھی ان پر اثر انداز ہیں جو ہر تہذیب کے ساتھ لوازم کی طرح لپٹی رہتی ہیں. دینی علوم کیلئے ان حضرات کے پاس نہ وقت ہے نہ فرصت. اہل علم کی طرف رجوع سے ان کی پوزیشن مانع ہے، یہ بچارے جہل مرکب کی سی تکلیف میں مبتلا ہو گئے ہیں اسلام سے بظاہر تعلق موجود ہے اس کی حمایت کیلئے طبیعت میں کچھ بے قراری سی محسوس کرتے ہیں جی چاہتا ہے، کہ اس سے مدافعت کریں صحیح جواب کیلئے وسعت مطالعہ اور معلومات کی ضرورت ہے اور پھر ایمان راسخ کی. اور یہاں ایک ایک چیز ناپید ہے، اس لئے ان حضرات کو آسان یہی معلوم

ہوا کہ حقائق کا انکار کر دیا جائے۔ کبھی ان مقدس علوم کو عجمی سازش کہہ دیا، کبھی صحابہ کے تثبت اور تشدد فی الروایت کو انکار کا عنوان دے دیا کبھی حضرت امام ابو حنیفہؒ ۱۵۰ھ شاہ ولی اللہؒ ۱۱۷۶ھ کو منکر حدیث کہکر دل کیلئے سکون کا سامان پیدا کر لیا اور میز پر بیٹھے حقے یا سگریٹ کا کش لگایا، اور اپنے ذہن میں ایک فیصلہ کر لیا جس کی حیثیت تک بندی سے زیادہ نہیں، اس تک بندی اور آوارگی کی راہ میں حدیث کی تفصیلات عموماً حائل ہوتی ہیں اس لئے یہی مناسب سمجھا گیا کہ حدیث کیخلاف ایک ہنگامہ بپا کر دیا جائے، لاہور کے ارباب "ثقافت" اور کراچی کے ارباب "طلوع" ایک "ماڈرن اسلام" کو درآمد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ اَبَدًا حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۔

ہمارے رفیق محترم مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف مدیر رحیق نے آج سے چند سال پہلے کی "تنقید" کا جائزہ لینے کے بعد مروجہ تنقید کا بہت ہی صحیح تجزیہ فرمایا ہے "اور نئے دور میں معاملہ اور بھی دگرگوں ہے، مصر اور ہند و پاک کے یہ نقاد مغرب کے ملحد مستشرقین کی "تحقیقات نادرہ" پر لٹو ہو گئے سرسید علی گڑھی نے "نیچر درآمد" کی اور اس کے مخالف ہر حدیث کے انکار کی ٹھانی، پرویز صاحب نے "قوانین فطرت" کا پیمانہ گھڑ لیا اور ہر حدیث کو اس سے ناپنا شروع کر دیا، مرزائیوں نے "مخالفت قرآنی" کے بہانے بہت سی احادیث سے گلو خلاصی کرلی: حالانکہ یہ صرف مفروضہ ہے۔ کوئی صحیح کی حدیث قرآن حکیم کیخلاف ہو ہی نہیں سکتی" لاہور کی ثقافت پارٹی نے خلیفہ عبد الحکیم کی قیادت میں "ارتقاء" کی آڑ لیکر انکار حدیث کے علاوہ نصوص قرآنی کی بھی مرمت اور تحریف شروع کر دی، جماعت اسلامی نے مودودی صاحب کی تقلید میں "درایت اور مزاج شناس رسول" کی درانتی صحیح بخاری کی احادیث پر چلادی، بعض لوگ "مشاہدات سائنس تجربات طب" پر ایمان لا کر بخاری مسلم

کی تحقیقات کو مجروح کرتے ہیں، غرض ع ہر کہ آمد عمارت نو ساخت، جس شخص کی طبع نازک پر کوئی حدیث گراں گذری، اپنے مزعومہ ریسرچ کے خلاف پاکر اسے مردود قرار دے دیتا ہے، (رحیق اکتوبر ۵۵ء)

دراصل ذہنی تاریکیوں اور نارسائیوں کے یہ سب نام ہیں اور اپنے جہل کے متعلق لاعلمی نے یہ مصیبت بپا کر دی۔ یہ ریسرچ کاری اگر بدستور جاری رہی تو حدیث سے گزر کر قرآن پر بھی ہاتھ صاف ہوگا۔ قرآن کی مرمت کیلئے دراصل یہ سب حیلے تمہید ہیں۔ وما تخفی صدورہم اکبر۔

"اہل حق کی بیداری"

خدا کا شکر ہے جب سے یہ ناپاک منصوبے زبان قلم پر آئے ہیں، اہل حق بھی خاموش نہیں رہے، پورے پاک و ہند میں اس دجل و فریب اور ان "چار دروازوں" کے خلاف زبان و قلم حرکت میں آگئے ہیں ارشاد خداوندی "اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون" حق پسند طاقتیں اپنے فرض کو پہچان رہی ہیں اور نفاق میدان خالی کرکے پیچھے ہٹ رہا ہے، مولوی عبداللہ چکڑالوی جن "ذخائر سنت" کو "اسفار لہو الحدیث" "بکواس" کہتے تھے آج انہیں "تاریخی سرمایہ" کہا جا رہا ہے۔ "الغرض حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے۔ اس سے تاریخی فائدے حاصل کئے جا سکتے ہیں" مقام حدیث صفحہ ۱۶۷ اجن ائمہ کو سازشی کہا جا رہا تھا اب وہ مورخ قرار پا رہے ہیں، جس نماز کے ارکان اور اذکار ثابت کرنے کیلئے قرآن عزیز کی آیات کا اپریشن کیا جا رہا تھا۔ آج یا تو اسے متواتر سمجھ کر قبول کیا جا رہا ہے، یا پھر وہ مرمت ترک کرکے اسے بحال رکھنے کی سفارش کی جا رہی ہے۔

نمبرداروں کی حکومت

پرویزی حضرات کی حالت یہاں اور بھی قابل رحم ہے۔ وہ نماز سے تو کچھ

Marfat.com

مخلص چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے منکرین حدیث نے آج تک جو راہ اختیار کی ہے اس کے غیر معقول ہونے میں ان کو کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے وہ نمبرداروں کی حکومت کا نظریہ وضع فرماتے ہیں، ان کا ارشاد ہے کہ پہلے قرآنی معاشرہ بنانے کا آرڈر دیا جائے، پھر قرآنی معاشرہ قرآنی نقطہ نظر سے کچھ نمبردار "مرکز ملت" منتخب کرے، پھر یہ نمبردار حسب تقاضائے وقت، عبادات اور معاملات اور احکام میں ترمیم یا مرمت کریں۔ جب تک نمبردار حضرات اپنی کرسیوں پر بیٹھ کر اپنی ذمہ داریاں نہیں سنبھالتے اس وقت تک یہ چیزیں جوں کی توں رہنے دی جائیں "حضور کی عنایت اور شفقت ہے"

ہمیں یقیناً معلوم ہے یہ ناپاک گٹھ جوڑ انشاء اللہ ہوگا ہی نہیں اس لئے نماز وغیرہ اعمال اپنی حالت پہ قائم رہیں گے۔

اب یہ حضرات انکار حدیث کے نام سے گھبرا رہے ہیں۔ قرآن اور عقل کی آڑ لیکر تنقید کے نئے ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ بھی محض دفع الوقتی ہے جس کارخانہ میں یہ ہتھیار تیار ہونگے، وہ کارخانہ ہی انشاء اللہ پوری طرح مسمار ہوکر رہے گا!

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے حملوں سے تنگ آکر یہ تحریک پسپا ہو رہی ہے، معلوم نہیں یہ پسپائی باقاعدہ ہے یا بے قاعدہ، مگر جب کوئی تحریک اساسی معاملات میں حیلے اور بہانے تلاش کرنا شروع کردے تو اس کی پسپائی یقینی ہے اور اہل حق کی بیداری یقینی ہے کہ اس دجل و فریب کے جال کو تار تار کر کے رکھ دے گی

"تاریخ تدوین حدیث"

رفیق محترم مولانا ہدایت اللہ صاحب ندوی جامعہ محمدیہ اوکاڑہ"

مبارک کے مستحق ہیں انہوں نے یہ "عمدہ کتاب" محنت سے لکھی، صحیح
مستندات کی طرف رجوع فرمایا، مروجہ مناظرانہ انداز سے ہٹ کر
صحیح معلومات جمع فرمائے، تدوین حدیث کے ارتقائی ادوار کا پورا جائزہ
لیا اور اس کے تدریجی ارتقاء کی ایک تاریخ مرتب فرمادی اور یہ ارتقاء بالکل
طبعی رفتار سے ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے وقتی حوادث
کی طرح یاد رکھا گیا، سماع اور مذاکرہ کی مجالس منعقد ہوتی رہیں اور جب
ضرورت ہوئی اسے لکھ لیا گیا، یا لکھوا دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے تحریر کی طرف زیادہ توجہ
فرمائی، اکثر صحابہ کے پاس یہ یادداشتیں کتابی صورت میں موجود تھیں، کسی کے
پاس اس قسم کی متعدد یادداشتیں تھیں حضرت ابوہریرہ ایسے اصحاب التدریس
صحابہ کے پاس تذکرے انباروں کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔ "تاریخ
تدوین حدیث" کا یہ حصہ "بے حد تابناک" ہے۔ مولانا نے عہد نبوت
سے تیسری صدی تک صحابہ اور تابعین کے محفوظات اور تذکروں کا مسلسل
ذکر فرمایا ہے اور اس وقت کے حالات کے مطابق یہی ہونا چاہیئے
دوسری کے آخر اور تیسری کے آغاز میں تدوین کا عروج تھا۔ ان واقعات
اور ان کے تسلسل سے واضح ہو جاتا ہے کہ تیسری صدی فن کا ارتقائی دور
ہے اور یہ تسلسل درمیان میں کہیں ٹوٹا بھی نہیں۔ یادداشتیں اور تذکرے
لکھے گئے۔ تذکروں نے مدوّن کتابوں کی صورت اختیار کی، ان میں سنن اور
اجزاء تھے ان میں عبادات اور معاملات تھے۔ ان میں سیر اور مغازی تھے
ان میں ایسے حضرات تھے جنہوں نے حدیث کے ساتھ "فتاوی صحابہ"
کو جمع کیا۔ ان میں وہ تھے جنہوں نے صرف صحاح جمع فرمائیں،

ضعاف بالکلیہ نظر انداز کر دیں، بعض نے صحاح، حسان، ضعاف، سب جمع فرمائیں، بعض نے غیر مستند ضعاف اور موضوعات جمع کیں،

زمانہ صحابہ سے زمانہ ارتقا تک اور ارتقا سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، اس سے یہ مغالطہ بالکل دور ہو جاتا ہے کہ حدیث کی تدوین تیسری صدی میں ہوئی درمیان کا زمانہ خاموشی سے گذر گیا، تیسری صدی میں حدیث کہیں سے برس پڑی یا کھیتی کی طرح اُگ آئی

میں نے کتاب کو بالاستیعاب پڑھا ہے اور غور سے پڑھا ہے کتاب حقائق پر مبنی ہے اور مناظرانہ ہمز د لمز سے کافی پرہیز کی گئی ہے۔ انصاف پسند طبائع کے لئے امید ہے۔ یہ مختصر تحریر مفید ہوگی دوسرے اصحاب قلم سے بھی امید ہے کہ وہ لکھتے وقت عوام کو علمی مواد دینے کی کوشش کریں گے طعن و تشنیع سے ذہن صاف نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات اس سے تنفر بڑھتا ہے۔

تاریخ انکار حدیث

زیر نظر کتاب میں مولانا نے اس کا اجمالاً ذکر فرمایا ہے، میری ذاتی رائے یہ ہے کہ دنیا کے مشہور مذاہب اور مسالک میں سے کسی نے اہل قرآن کی طرح کلیتہً حجیت حدیث کا انکار نہیں کیا۔ بدعی فرقوں نے اپنے نقطہ نظر سے بعض احادیث کا انکار کیا جو ان کے منشا اور مخترعہ اصولوں کے خلاف تھیں، لیکن اصولی طور پر آنحضرتؐ کے ارشادات کو حجت مانتے رہے جزوی انکار کا مرض پرانا ہے۔ لیکن کلی طور پر انکار تیرہویں صدی کے آغاز میں کیا گیا۔ اور اب تک ایسے لوگ موجود ہیں جو سنت کی حجیت کا انکار کرتے ہیں لہ ادارہ "طلوع" کراچی کی تحریرات میں عجیب قسم کا اضطراب ہے۔ ان کا اصل

Marfat.com

مقصد تو یہی ہے۔ کہ وہ حجیت حدیث کا بالکل انکار کریں۔ مگر اس کے اظہار میں صاف گوئی سے کام نہیں لیتے کبھی وہ تنقید کا مقام اختیار کرتے ہیں اور قرآن کی حمایت کا ٹھیکہ لیکر احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ کبھی اسے محض تاریخ سمجھتے ہیں معلوم نہیں یہ تذبذب قلتِ مطالعہ اور فن سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ یا عوام کو دھوکا دینے کا منصوبہ

مولانا ھدایت اللہ صاحب ندوی کے ہم ممنون ہیں انہوں نے تدوینِ حدیث کی تاریخ کی حد تک قریباً اکثر شبہات کو رفع فرما دیا ہے۔ فجزاہُ اللہُ عنّا وعنِ المسلمینَ احسنَ الجزاء۔

اور منکرین حدیث سے باادب گذارش ہے کہ

اَلْجَهْلُ دَاءٌ قَاتِلٌ وَشِفَاءُهُ
اَمْرَانِ فِي التَّرْكِيبِ مُتَّفِقَانِ
نَصٌّ مِنْ قُرْاٰنٍ اَوْ مِنْ سُنَّةٍ
وَطَبِيْبُ ذَالِكَ الْعَالِمُ الرَّبَّانِي

(حضرت مولانا) محمد اسماعیل سلفی، گوجرانوالہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ
۷ نومبر ۱۹۵۷ء

فتنۂ انکارِ حدیث کی سرگذشت

انکارِ حدیث کوئی نئی بات اور جدید فتنہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً مرتدین کے ارتداد کے وقت اس فتنے سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ بعض مرتد مرزائیوں کی طرح مدعیانِ نبوت اور متنبیانِ وقت، مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح کے ہمنوا ہو گئے تھے، اور ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں اور ان کے بعد موجودہ نبی، مسیلمہ یا اسود یا طلیحہ، پر ایمان لانا اور اس کی اتباعت کرنا لازمی امر ہے۔ اور کچھ لوگ "کفانا القرآن ہدایتہ" کہ صرف قرآن ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہے کا نعرہ بلند کرتے تھے اور بعض مرتد اور باغی صرف منکر زکوٰۃ تھے۔

الغرض ان مرتدین کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ اور آپ کی سیرت طیبہ بس آپ کی زندگی ہی تک قابل حجت اور لائق اتباع تھی، اور اب صرف قرآن ہی کافی وشافی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل "حدیث" کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن کے الفاظ کو اپنے ہوا و ہوس کے مطابق معانی کا جامہ پہنا کر کبھی دو نمازوں کی فرضیت کی قرار داد پاس کر دی اور کبھی "دل کی نماز" کے جواز اور ثبوت کے لئے واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین سے استدلال کر لیا۔

الحمد للہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر اور مجاہدین کی ہمنو

سے نہایت قلیل عرصہ میں یہ فتنہ دب گیا۔ اور حالات پر قابو پا لیا گیا۔ مدعیانِ نبوت اور ان کے کچھ پیرو اپنی سزا بھگت گئے اور بعض اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دشمنانِ اسلام "خوارج" کے سرخیل ابن سودا کی صورت میں پھر یہ فتنہ اٹھا، اور پروان چڑھا۔ مگر دب نہ سکا۔ "ذٰلِکَ اٰخِرِیْ اَنْ لَّا یُغْلَقَ اَبَدًا" حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت جنگ جمل و صفین اور ظہور خوارج پر منتج ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی عورت نے دریافت کیا۔ ایام حیض کی نماز کی قضا ئی دینی چاہیئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "احرورية انتِ" کیا تو خارجیہ تو نہیں جو صرف قرآن کو حجت تسلیم کرتی اور حدیث سے انکار کرتی ہے، ہمیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کی نماز کا قضا کا حکم نہیں دیا ہے، خوارج کا عقیدہ یہ تھا۔ کہ قرآن ہی اسلام کا ماخذ اور قابل حجت و تسلیم ہے، باقی رہی حدیث! تو وہ مردود و مطعون۔

دوسری صدی کے آغاز میں مرتکب کبیرہ کی تکفیر و عدم تکفیر کا مسئلہ مرجیہ اور وعیدیہ دونوں فرقوں کے درمیان ما بہ النزاع تھا کسی صاحب نے امام حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ سے دریافت کیا کہ وعیدیہ مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں اور مرجیہ کی رائے میں کلمہ گو کا کوئی گناہ ——— صغیرہ یا کبیرہ ——— بھی قابل مؤاخذہ نہیں۔

قبل اس کے کہ امام صاحب کچھ فرماتے واصل بن عطاء بول اٹھے کہ میرے نزدیک صاحب کبیرہ نہ "کافر مطلق" ہے نہ "مومن مطلق"

بلکہ اس کے بین بین ہے۔ کافر مطلق اس وجہ سے نہیں۔ کہ وہ توحید اور خدا رسول کا قائل ہے۔ مومن مطلق بدیں وجہ نہیں کہ وہ بد کردار ہے اور مومن بدکردار نہیں ہوتا۔ لہذا مرتکب کبیرہ بلا توبہ مرگیا تو وہ جہنمی ہوگا۔ ہاں اس کو عذاب ہلکا ہوگا۔

امام حسن بصری نے اس مسلک سے اختلاف کیا تو واصل خفا ہوکر الگ ہوگئے اور امام صاحب نے اس علیحدگی اور اعتزال کو "اعتزال عنا" سے تعبیر کیا تب سے وہ اور ان کے رفقاء معتزلہ کے نام سے موسوم ہوگئے۔

معتزلہ نے خوارج کی طرح احادیث شفاعت کا انکار کیا۔ نیز رؤیت باری تعالیٰ اور صفات باری تعالیٰ کا بھی انکار کیا۔

معتزلہ خلافت عباسیہ کے عہد میں قریباً پوری صدی واثق باللہ کے زمانہ ۲۳۱ھ تک خوب عروج واقبال پر رہے اور خلافت کے دست راست سمجھے جاتے تھے متوکل ۲۳۲ھ کے زمانہ میں معتزلہ کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ان کے خاتمہ کے ساتھ ہی ان کے مزعومات باطلہ اور فتنۂ انکارِ حدیث کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ متوکل علما اہل حدیث اور فقہا کی مساعی حسنہ سے جماعتی سطح سے ۔ ۔ ۔ ۔ تو یہ فتنہ دب گیا۔ گو انفرادی اور شخصی طور پر گاہے گاہے رونما ہوتا رہا۔

غرض اسلام کو عہد حاضرہ کے فلسفہ مغربین کے ہم آہنگ اور مطابق کرنے کے لئے انہیں معتزلہ کو ان احادیث کی تردید و تاویل کی ضرورت محسوس ہوتی تھی ان احادیث کو بے دھڑک اور

بنا غوث تو متہ لائم منزد کر دیتے تھے۔ بعینہٖ آج کل کے مغرب زدہ طبقہ کی طرح ہر مسئلہ کو مشائین کی عینک سے دیکھنے کے قائل تھے۔ اور ان کے نقطہ نظر اور "اضغاث احلام" کو وحی بلکہ اس سے بھی بالا و برتر سمجھتے تھے۔

نوٹ:۔ مشائین فلاسفہ کے اس گروہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے صرف نظر و استدلال ہی کے ذریعے سے قائل ہیں۔

اٹھارہ سو ستاون میں انگریزوں کے خلاف ہند و مسلم "متحدہ محاذ" نے نہایت جانفشانی سے جنگ لڑی۔ شومئی قسمت سے متحدہ محاذ شکست سے دوچار اور مغربی طاقت فتح سے سرفراز ہوئی۔

مسلم قوم کا سارا وقار خاک میں مل گیا۔ اجتماعی زندگی کا خاتمہ ہو گیا معاشی بحران سے سامنا ہوا۔ غرضیکہ نظام زندگی ہی تہ و بالا اور درہم برہم ہو گیا۔

اس ظاہری غلامی اور جبری غلبہ کے بعد دل و دماغ کو غلام بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور خواب غفلت کے متوالے بنانے کی فکر دامن گیر ہوئی تو مغربی علوم و فنون کی اشاعت و ترویج کا پروگرام مرتب کیا۔ جس سے مسلم قوم کو الحاد و بے دینی کی طرف دھکیلا جائے اور ان کی دینی روایات اور مسلمات کی بیخ کنی ہو۔

چنانچہ ملک بھر میں مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے لئے سکول و کالج کھول دیئے گئے رہی سہی مسلم قوم کو دام تزویر میں پھنسا کر ان کے متاع دین پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ اور جذبۂ اسلامی اور روحانی قوت کو اس سازش سے شل کر دیا گیا۔ بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

Marfat.com

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے، نقطۂ دین و مروّت کے خلاف۔

پس نہایت قلیل عرصہ میں ان علوم کی بدولت ہندوستان میں الحاد و زندقہ کا ایک سیلاب امڈ آیا اور ملحدانہ خیالات عام ہو گئے اور معاشی بحران اس پر مستزاد مغربی فاتحین کی زرق برق اور چمک دمک نے لوگوں کو ایسا مرعوب کیا کہ دلائل کی بجائے یورپ کا طرز عمل مسائل و افکار کے خطاء و صواب اور اعمال کے خیر و شر کا معیار قرار پا گیا۔ پس کسی رائے اور فکر و عمل کے درست اور غلط قرار پانے کے لئے یہی کافی ہے کہ فرنگی نے اس کا فیصلہ کیا لیا ہے۔ اور کس رائے کو اپنایا ہے اور اس مسئلہ میں ان کا طریق کار کیا ہے۔ ہر وہ عمل جو ان کے ہم آہنگ اور مطابق نہیں وہ غلط اور ہر وہ عمل جو ان کے طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو وہ قابل صد ملامت

اس خطرناک رجحان کی وجہ سے مذہبی احکام میں غلطی محسوس ہونے لگی اور دینی مسائل میں تبدیلی اور انکار کا خیال پیدا ہو چلا اور جو اسلام جو باعث شرف و افتخار تھا اب وہ موجب ملامت و احتقار

"تو سرسید ایسے مشفق ناصحین نے سوچا کہ کسی ایسے ادارے کی بنیاد ڈالی جائے جس سے مسلم قوم مغربی علوم و فنون سے آشنا ہو کر معاشی ناہمواریوں سے عہدہ برآ ہو سکے اور ہمسایہ قوم کے شانہ بشانہ چل سکے۔ اور مغربی فلسفہ کے زہریلے اثرات اور مہلک جراثیم سے محفوظ و مصئون رہنے کے لئے دینیات کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا جائے ان خیالات اور روشنی میں علی گڑھ کالج کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔"

بفحوائے فَرَّ مِنَ المَطَرِ وَقَعَ تَحْتَ المِیزَاب چور سے بچا رہزن سے لٹا
فتنۂ الحاد کی آگ سرد ہونے کی بجائے کالج کی بدولت اور بھڑکی اباحیت اور بیدینی
فرد ہونے کی بجائے فروغ پذیر ہوئی اور مزید بڑھی ع ـــ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ~~مرض بڑھتا گیا~~

بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

بلکہ خود بانی کالج اس سیلاب کی رو میں ایسے بہے کہ اسلام کو ماڈرن اور بزعم خود معیاری بنانے کی خاطر ان تمام احادیث کا ـــ جو مغربی سائنس و فلسفہ کے بظاہر متضاد نظر آتی تھیں ـــ انکار کر کے سرزمین ہند میں فتنۂ انکار حدیث کی تخم ریزی کی۔ مثلاً معجزات، معراج جسمانی، حضرت مسیح کی حیات و ممات، جنت و دوزخ اور وجود ملائکہ کا انکار: دیکھو ان کی "تفسیر القرآن"

یہیں تک بس نہیں بلکہ ملحدانہ خیالات کی ترویج و اشاعت کے لئے تفسیر القرآن اور دیگر رسائل کے علاوہ رسالہ "تہذیب الاخلاق" کے کالم سیاہ کئے گئے بقول اقبال

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

سرسید اور ان کے رفقاء کار کی شہ پا کر غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ داغ دیا۔ وہ بالوضاحت حیات کا انکار تو نہ کر سکے۔ کیوں کہ اس کا دعویٰ ہی حدیث نزول مسیح پر مبنی

تھا مگر حدیث سے چھٹکارا اور گلو خلاصی کے لئے ایک من گھڑت الہام شائع کر دیا۔ کہ میں مسیح موعود ہوں مجھے حق حاصل ہے جس حدیث کو چاہوں قبول کر دوں اور جس کو چاہوں رد کر دوں۔

مثل مشہور ہے خوئے بدرا بہانہ بسیار، دراصل یہ الہام چور دروازہ ہے کہ مطلب برآری کے لئے جس حدیث کو چاہیں مورد طعن بنا سکیں اور دعوائے مسیحیت کی ناہمواریوں کو اس الہام سے ہموار کر سکیں،

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

تا شعار مصطفےٰ از دست رفت،

قوم را رمز بقاء از دست رفت

بیسویں صدی کے آغاز میں مولوی عبد اللہ چکڑالوی جہلمی نے سرسید کی تخم ریزی اور قادیانی کے دعوائے مسیح کی استوار کردہ بنیادوں پر ایک محل تعمیر کر دیا۔ کھلے بندوں حجیت حدیث اور اس کی دینی اہمیت کا انکار کر دیا۔ اور حدیث کے باب میں طرح طرح کی موشگافیاں نکالیں۔

درحقیقت حدیث کا انکار کر کے اکبر بادشاہ کے "دین الٰہی" کی طرح ایک جدید دین کو ایجاد کیا جس کی بنیاد خدا پرستی کی بجائے نفس پرستی پر ہے۔

یہاں تک کہ نماز ایسے بنیادی اور مسلّمہ مسئلہ کو اپنی ہوا و ہوس کا جامہ پہنا کر بازیچہ اطفال بنا دیا

۱۹۰۶ء میں خواجہ احمد دین امرتسری نے ایک رسالہ "امت مسلمہ" جاری کیا کہ عوام الناس کو چکڑالوی کے "دین نو" سے آشنا کرایا جائے

اور نہ زندہ جاوید بنایا جائے مگر ہر فرعونے را موسیٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ اور اس کے دام تزویر کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور وہ اپنی موت مر گیا۔
۱۹۳۶ء میں اس فتنہ کا جدید ایڈیشن رسالہ "طلوع اسلام" کی شکل میں رونما ہوا جس کے ذریعے حافظ محب الحق بہاری کے شاگرد رشید حافظ اسلم جیراجپوری اور قادیانی کے ہم نام مسٹر غلام احمد پرویز ایسے منکرین حدیث نے انکار حدیث پر تاویلات کا پردہ ڈال کر روشن خیال مغرب زدہ طبقے کو پھانسنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں نے اب تک اسلام کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا بلکہ بقول کسے۔

سر خدا کہ عارف و زاہد بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

— حافظ

اور خود قرآن اور اسلام کی ایسی تعبیر اور تفسیر کی جو نفس پرستی زمانہ سازی اور خواہش نفسانی کی تکمیل کے راہ میں حائل نہ ہو۔

Marfat.com

فنِ کتابت اور عربوں کے حافظے

فنِ کتابت تہذیب و تمدن کا مظہر، اجتماعی زندگی کا پرتو، خوش حالی اور فارغ البالی کا طبعی نتیجہ ہے

اسی وجہ سے دنیائے عالم میں سب سے قبل مصر و بابل میں فنِ کتابت کی ابتداء و ایجاد — بصورت تصاویر و اشکال — ہونے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی زرخیزی اور شادابی کی وجہ سے تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ اور بعد ازاں وہاں سے شام و فنیشیا میں آکر یہ رسم الخط حروفِ تہجی کی شکل اختیار کر گیا اور نشاۃ ثانیہ یونان نے اس کو ترقی دے کر بلند معیار پر پہنچا دیا۔ پھر وہاں سے بتدریج دیگر ممالک میں پھیل گیا (تاریخ فلسفہ مغرب)

جزیرہ نما عرب میں پہلے پہل یمن میں فنِ کتابت کا رواج ہوا پھر یمن سے حیرہ اور انبار میں — بادشاہوں کے باہم دگر تعلقات کی بنا پر — منتقل ہوا۔ ابن ندیم نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ سب سے قبل جس نے عربی خط لکھا وہ قبیلۂ بولان کے تین اشخاص — مرار بن مرہ، اسلم بن سعدہ، عامر بن جدرہ تھے۔ جو انبار میں مقیم تھے اور وہ اس رسم الخط کو "حیری" کہتے تھے پھر بشر بن عبد الملک کندی نے انبار سے سیکھ کر "حرب" کی قرابت کی وجہ سے مکہ معظمہ میں اس کی تعلیم دی (محاضرات وغیرہ) بایں ہمہ فنِ کتابت عرب میں نہایت معمولی اور غایت درجہ

کم تھا، بہت کم اشخاص اس سے آشنا تھے، گویا ہونا، نہ ہونے کے برابر تھا۔ علامہ بلاذری نے تصریح کی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی تو قریش میں صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔

بدیں وجہ قرآن پاک میں عربی قوم کو امّی اور ان پڑھ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سے ارشاد ملاحظہ ہو۔

نَحْنُ اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَ لَا نَحْسُبُ

ہم ان پڑھ لوگ ہیں حساب اور کتاب نہیں جانتے۔

فنِ کتابت کے عام رواج اور فروغ نہ پانے کی وجہ یہ تھی کہ عربوں کے حافظے نہایت قوی اور اوجِ کمال تک پہنچے ہوئے تھے وہ سینکڑوں اشعار کے قصیدے ایک ہی مجلس میں بلکہ ایک ہی دفعہ سن کر حفظ کر لیتے تھے اور جو بات ایک دفعہ کان میں داخل ہو گئی وہ تا دمِ زندگی محفوظ ہو گئی اور زبانی یادداشت کو اس قدر عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کہ وہ تحریر کو عیب کی طرح چھپاتے تھے ۔۔۔ اور جس کے پاس تحریر ہوتی تھی اس کو کمزور حافظے والا شمار کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ "۶۸ھ" نے عمر بن ربیعہ "۲۳ - ۹۳ھ" کا لمبا قصیدہ جس کا مطلع ہے

اَمِنْ اٰلِ نُعْمٍ اَنْتَ غَادٍ فَمُبْکِرٌ
غَدَاۃَ غَدٍ اَمْ رَائِحٌ فَمُھَجِّرٌ

Marfat.com

ہے۔ ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا۔
(مختصر جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص۳۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو صاحب بھی تم میں سے اپنا کپڑا بچھا دے گا تا آنکہ میں اس میں دعا کر دوں، پھر وہ اسے اپنے سینے سے لگا لے تو اسے کبھی نسیان نہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنی چادر بچھا دی اور میرے پاس صرف وہی چادر تھی، آپ نے اس پر دم کر دیا۔ پھر میں نے سینے سے لگا لیا۔ بخدا مجھے اس دن سے کبھی نسیان نہیں ہوا
(مشکوٰۃ ص۵۳۵)"

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ مروان بن حکم "م ۶۵ھ" نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "م ۵۸ھ" سے حدیثیں سنیں اور اپنے منشی کو کہہ دیا کہ لکھتے جاؤ ـــ اور ایک سال کے بعد پھر انہی احادیث کے سننے کی گذارش کی۔ تو آپ نے بالکل دکاست پہلے کی طرح سنا دیں۔

امام شعبی تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی چیز لکھی نہیں اور نہ کبھی کسی سے بات دہرائی ہے۔ (جامع بیان العلم ص۳۵) اور جو کچھ میں نے کسی سے سنا ہے وہ مجھے حفظ ہے مکحول کہتے ہیں کہ وہ نہایت فقیہ اور ذکی الانسان تھے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۶)

ابن شہاب زہری "م ۱۲۴ھ" فرماتے ہیں کہ میرا کسی ضرورت سے جب بقیع "سے گزر ہوتا ہے تو اپنے کانوں کو بند کر لیتا ہوں، کہ مبادا کوئی بکواس اور فحش کلام حافظہ میں محفوظ ہو جائے۔ خدا کی قسم میرے کان

میں جو بات ایک دفعہ آگئی وہ مجھے کبھی نہیں بھولی۔(جامع ابن عبدالبر صفحہ ۳۵) اور صرف اسی دن میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔

قتادہ کا بیان ہے کہ سعید بن مسیب رضی "۱۴ — ۹۲ھ" سے بڑا کوئی عالم نہیں پایا حسن بصریؒ کو جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ سعید سے دریافت کرتے تھے، مکحول شامی کہتے ہیں کہ میں نے طالبعلی کے زمانے میں سارا جہان مارا لیکن ابن مسیب سے بڑھکر کسی کو عالم نہیں پایا (اکمال مقدمہ تحفتہ الاحوذی)

قتادہ بن دعامہ تابعی "۶۱ — ۱۱۷ھ" فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بات میرے کان میں پڑے اور وہ میرے دل میں محفوظ نہ ہو جائے چنانچہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حج کا مجموعہ احادیث ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیا تھا (مقدمہ تحفتہ الاحوذی)

قتادہ حضرت سعید بن مسیب فقیہ مدینہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے متواتر کئی دن تک علمی استفادہ کرتے رہے حضرت سعید نے کہا، تمہیں یہ یاد بھی ہے؟ تو قتادہؒ نے کہا، جی ہاں — آپ نے فلاں مسئلہ کا یہ جواب ارشاد فرمایا تھا اور فلاں کا یہ اور اس مسئلے میں حسن بصری کا یہ قول ہے، حضرت سعید کہنے لگے، میرا یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ خدا کی مخلوق میں کوئی تم جیسا انسان بھی ہوگا۔

یحییٰ قطان فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری "۹۷ — ۱۶۱ھ" سے کسی کو احفظ نہیں پایا، ان کو تیس ہزار احادیث یاد تھیں، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سینے میں جو بات بھی ودیعت رکھی ہے اس نے کبھی خیانت نہیں کی۔ (مقدمہ تحفتہ الاحوذی صفحہ ۲۱۹)

Marfat.com

سفیان بن عیینہ کو سات ہزار حدیثیں یاد تھیں اور ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ ائمہ کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے حافظے اور دیانت کی بنا پر قابل حجت ہیں (مقدمہ تحفہ صـ۲۲۱) وہ خود کہتے ہیں کہ زہیر بن معاویہ میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا، کہ اپنی کتاب سے دیکھ کر پڑھائیے میں نے کہا میری یاد داشت کتاب سے بہتر ہے۔ کتاب میں نے بعد میں اپنے حافظے سے مرتب کی ہے (کفایہ بغدادی صـ۲۲۱)

8 سلیمان بن حرب قاضی مکہ" ۱۴۰ — ۲۲۴ھ" کا حافظہ غضب کا تھا کہ انہوں نے دس ہزار حدیثیں اپنے حافظے سے بیان کیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یحییٰ قطان" ۱۲۰ — ۱۹۸ھ" نے مجھ سے کہا کہ سلیمان بن حرب سے حماد بن زید" ۔ ۱۹۹ھ" کی احادیث سنا کرو چنانچہ میں اور علی بن مدینی" ۱۶۱ — ۲۳۴ھ" ان کے پاس گئے، عرض کیا کہ حماد بن زید کی احادیث کتاب سے دیکھ کر پڑھاؤ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ:

لیس الی الکتاب سبیل	
انما کتبت کتابی	کتاب کی کوئی ضرورت نہیں کتاب اپنی
من حفظی و حفظی	یاد داشت سے تیار کی ہے میرا
اصح من کتابی —	حافظہ کتاب سے زیادہ قوی
اور درست ہے	(کفایہ بغدادی صـ۲۲۱)

9 امام احمد فرماتے ہیں کہ دارالخلافہ بغداد کے پل پر سے ابو زرعہ" ۲۰۰ — ۲۶۴ھ" سے کوئی احفظ اور زیادہ یاد داشت والا نہیں گزرا صرف قرآن کے بارے میں دس ہزار احادیث یاد تھیں اور وہ حافظے میں یکتائے روزگار شمار کئے جاتے تھے

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے وکیع "۱۲۹ — ۱۹۷ھ" سے کوئی زیادہ حافظے والا نہیں پایا (کفایہ ص۲۵۹) ابو داؤد فرماتے ہیں کہ وکیع کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی گئی، ابراہیم بن منہاس کہتے ہیں کہ اگر مجھے کسی چیز پر رشک آتا تو وہ صرف وکیع کا حافظہ ہے۔ (مقدمہ تحفہ ص۲۳۶)

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی "۱۶۱ — ۲۳۴ھ" عمرو بن علی اور ابن شاذ کونی سے کوئی زیادہ حافظے والا نہیں پایا۔ (ترمذی) امام شافعی نے امام محمدؒ کا مؤطا صرف ایک شب میں یاد کر لیا تھا۔

عبداللہ بن مبارک "۱۱۸ — ۱۸۱ھ" کا حافظہ بے نظیر تھا۔ ان کے والد نے کہا: اگر تمہاری کتابیں میرے ہاتھ لگ گئیں تو میں جلا دوں گا تو انہوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں، یہ سب کتابیں میرے سینے میں محفوظ ہیں۔

شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے اپنا نظیر نہیں پایا۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ابن مبارک ایسا بے نظیر شخص ہمارے پاس نہیں آیا۔ انہوں نے قریباً بیس ہزار حدیثیں بیان کی ہیں (مقدمہ تحفہ ص۲۲۷)

محمد بن ابو بکر مقدمی کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمان بن مہدی "۱۲۵ — ۱۹۸ھ" سے کوئی یادداشت میں قوی نہیں پایا۔

قواریری کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے اپنے حافظے سے بیس ہزار حدیثیں لکھوائیں — امام ذہلی کا بیان ہے کہ میں نے ابن مہدی کے ہاتھ

میں کبھی کتاب نہیں دیکھی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دنیا میں بے نظیر پایا (مقدمہ تحفہ ص ۲۱۲)

امام ترمذی "۲۰۹ — ۲۰۹ھ" فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ بندار سے سنا کہ ابو احمد زبیری سے کوئی زیادہ حافظے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

قاضی ابو محمد اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ۵ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ (کفایہ)

ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں کہ میں نے مامون کی مجلس میں چار سالہ بچہ دیکھا جس نے قرآن پاک پڑھا ہوا تھا۔ (کفایہ ص ۶۴)

ابو داؤد خفاف کا بیان ہے کہ اسحاق بن راھویہ "۱۶۱ — ۲۳۰ھ" نے گیارہ ہزار احادیث اپنے حافظے سے لکھوائیں، پھر ان کا کتاب سے مقابلہ کیا گیا تو ایک شوشے کی بھی کمی بیشی نہ تھی۔ خود اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں کہ جو بات میں سن لیتا ہوں وہ مجھے ہمیشہ کے لئے یاد ہو جاتی ہے (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۳)

امام احمد محدث نفیلی "۲۳۴ھ" کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے زیادہ حفظ نہیں پایا (الکمال ص —)

رجاء بن جیلوتہ کہتے ہیں کہ میں نے امام دارمی "۱۸۱ — ۲۵۵ھ" سے کسی کو زیادہ حافظ نہیں پایا۔ محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ عقل و دانائی، عبادت و زہد اور حافظہ میں بے مثل تھے۔

حافظ ابو ذر سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے دارقطنی "۳۰۶ — ۳۸۵ھ" ایسا کسی کو پایا تو حافظ صاحب نے فرمایا کہ خود انہوں نے

اپنا نظیر نہیں پایا۔ لکھا ہیں۔

ابو عبد اللہ الحاکم فرماتے ہیں کہ وہ حافظہ، فہم اور اتقاء میں یکتائے روزگار تھے — خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ — وہ علل و اسماء الرجال میں غایت درجہ پر تھے (مقدمہ دار قطنی مطبع انصاری)

مکحول تابعی "۱۱۸ھ" فرماتے ہیں، کہ میں جو کچھ اپنے سینے میں محفوظ کرتا ہوں۔ اسے جب چاہتا ہوں، موجود پاتا ہوں (مقدمہ تحفہ ص۲۲۵)

علی بن مدینی کہتے ہیں کہ محدثین میں سے امام احمد" ۱۶۴-۲۴۱ھ" سے زیادہ کوئی حافظ نہیں تھا — ابو زرعہ کہتے ہیں کہ انکو ایک لاکھ حدیث یاد تھی۔ (مقدمہ تحفہ ص۲۱۱)

امام شافعی "۱۵۰-۲۰۴ھ" فرماتے ہیں کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن یاد کر لیا تھا اور دس سال کی عمر میں موطا امام مالک یاد کر لیا تھا۔

امام احمد فرماتے ہیں، کہ اسحاق بن راہویہ مجھ سے کہنے لگے کہ آؤ تمہیں بے نظیر انسان دکھاؤں چنانچہ وہ مجھے امام شافعی کے پاس لے گئے امام ابو ثور فرماتے ہیں۔ کہ میں نے امام شافعی ایسا کوئی نہیں دیکھا (مقدمہ تحفہ ص۹۸)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام مالک "۹۵-۱۷۵ھ" اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم نابود ہو جاتا۔ صرف احکام کے متعلق بجز تیس احادیث کے امام مالک کے پاس موجود پائیں اور ابن عیینہ "۱۰۷-۱۹۸ھ" کے پاس بجز چھ احادیث کے سب موجود پائیں (مقدمہ زرقانی)

Marfat.com

ابو مسعود محدث اصبہان تشریف لے گئے۔ اتفاقاً ان کے پاس کتابیں نہ تھیں چنانچہ انہوں نے ایک ہزار حدیث زبانی لکھوائی۔ جب کتابیں منگوا کر ان سے مقابلہ کیا گیا تو نہایت معمولی اختلاف پایا گیا۔ (کفایہ)

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ امام بخاری ۱۹۴ھ — ۲۶۵ھ "بچپن میں ہمارے ساتھ مشائخ بصرہ کے پاس تعلیم کے لئے جایا کرتے تھے اور کچھ نہ لکھتے چند دن کے بعد ہم نے ان کو ملامت کی، کہ تم لکھتے کیوں نہیں امام صاحب فرمانے لگے، جو کچھ تم نے لکھا ہے مجھے دکھاؤ ہم نے ان کو دکھایا تو انہوں نے ڈیڑھ ہزار حدیث پر اضافہ کیا۔ اور تمام کی تمام حافظے سے سنا ڈالیں — پھر ہم اپنی کتابوں کی صحت ان کے حافظہ سے کرنے لگے۔ (مقدمہ فتح الباری ص۱۹۴)

امام بخاری جب سمرقند تشریف لے گئے تو اس وقت سمرقند میں چار سو محدث کامل الفن اور مرجع خلائق موجود تھے۔ ان کو امام صاحب کے تبحر علمی اور بے نظیر حافظہ کی خبر پہنچ چکی تھی چنانچہ انہوں نے اتفاق کرکے ایک "علمی مجلس" منعقد کی جس میں امام صاحب کو مغالطہ دینے میں پوری قوت صرف کر دی گئی اور طرفہ یہ کہ یہ مجلس متواتر نو دن تک جمی رہی جس میں شامیوں کی احادیث کو عراقیوں کی اسانید میں اور اہل عراق کی سندوں کو اہل شام کی حدیثوں میں، اور حجاز کے متنوں کو یمن کی سندوں میں خلط ملط کر کے پیش کیا گیا — امام موصوف نے آن کی آن میں ساری تلبیس اور غلطیوں کی قلعی کھول کے رکھ دی — بالآخر سمرقندی حیران وششدر رہ گئے اور امام صاحب کے خداداد حافظہ کی داد دیئے

Marfat.com

بغیر نہ رہ سکے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ باایں ہمہ امام بخاری پر کسی قسم کی گرفت نہ کر سکے۔

امام ترمذی کا بھی حافظہ ضرب المثل تھا۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے حدیث کے دو اجزا لکھے تھے ہم مکہ معظمہ کے راستہ میں تھے کہ اتفاقاً وہ شیخ ہمارے پاس سے گزرے میں نے اپنے کسی رفیق سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہی شیخ ہیں۔ میں ان کی تلاش میں چل نکلا۔ اور غلطی سے اصل کتابوں کے بجائے دو اور کتابیں اٹھا کر لے گیا بالآخر ان کو پا لیا اور سماع کی اجازت طلب کی تو انہوں نے قبول فرمالی۔ اور یادداشت سے مجھے حدیثیں سنانے لگے، تھوڑی دیر بعد میری طرف دیکھا تو کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ یہ کیا مذاق ہے۔ پھر میں نے سارا ماجرا کہہ سنایا تو فرمایا۔ یہاں آنے سے قبل تم نے کہہ لیا ہو گا — میں نے عرض کی، جی نہیں، پھر میں نے کہا اور فرمائیں ...... پھر انہوں نے مجھے چالیس حدیثیں سنائیں اور فرمایا کہ یہ سناؤ تو، چنانچہ میں نے اوّل تا آخر سب سنا دیں تو انہوں نے فرمایا — مَارَأیتُ مِثلَکَ، یعنی تجھ جیسا میں نے نہیں دیکھا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی)

امام ترمذی "۲۰۹ — ۲۷۹ھ" فرماتے ہیں کہ امام بخاری "۱۹۴ — ۲۵۶ھ" نے مجھ سے کہا کہ جس قدر آپ مجھ سے مستفید ہوئے ہیں، میں اس سے زیادہ آپ سے مستفید ہوا ہوں۔

قوتِ حافظہ سے متعلق یہ چند نام بطور نمونہ مشتے از خروارے ہیں۔

ضرورتِ حدیث اور اس کی اہمیت

اسلام کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایک واقعہ ایک ایک قول اور ایک ایک حکم کو دنیا میں محفوظ رکھا اور ان کے لئے متعدد اصول اور فن ایجاد کئے اب اگر اسلام کے ان نئے محسنوں "منکرین حدیث" کے خیالات مان لئے جائیں تو یہ کارنامہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے لعنت بن جائے گا۔ اور صحابہ سے لیکر آج تک وہ تمام اخیار و اکابر امت جن کی زندگیوں پر آج نہ صرف اسلام بلکہ دنیا کو ناز ہے وہ سب کے سب راستبازی اور صداقت کی بارگاہ سے راندہ نکلیں گے کیا یہ اسلام پر احسان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے لے کر آج تک خلفائے راشدین تابعین ائمہ مجتہدین علمائے تبحر تمام کے تمام اپنے استنباطات اور اجتہادات میں قرآن پاک کے بعد احادیث اور اقوالِ نبوی کی تقلید و اتباع کرتے رہے لیکن آج سے یہ لازم آئے گا کہ یہ سب کے سب نعوذ باللہ مشرک انسان پرست اور کتاب اللہ کے تارک تھے اور آج جو نئے مفسر اور نئے فقیہ بنے ہیں ان کے اقوال و اجتہادات و استنباطات کے سننے والے سچے موحد سچے دیندار اور کتاب اللہ کے سچے پیرو ثابت ہوں۔ اس کے بعد یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن سخت ناکام رہا اور تیرہ سو برس تک اسی طرح ناکام رہا یہاں تک کہ ہندوستان کے ایک قطعہ میں کتاب اللہ کے چند ماہرین اسرار

Marfat.com

پیدا ہوئے اور انہوں نے اصل اسلام کو دنیا میں آشکارا کیا اور وہ کام
کیا جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ابوبکر صدیقؓ نے کیا نہ عمر
فاروقؓ نے کیا نہ عثمانؓ نے کیا نہ علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
کیا نہ دوسرے صحابہ اور تابعین نے کیا اور نہ دوسرے ائمہ مجتہدین
سے ہو سکا۔ پھر ہمیں کوئی بتائے کہ قرآن کی عملی تصویر دنیا میں کبھی
جلوہ گر تھی یا نہیں اگر تھی تو وہ کب؟ اور اس کی تاریخ کہاں ملے گی؟ اور
اگر نہ تھی تو قرآن سے زیادہ ناکام صحیفہ آسمانی، دنیا میں اور کون ہو گا۔
کیا کسی مسلمان کی غیرت اسلامی اس خیال کو جائز رکھتی ہے

(سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم "عارف" اگست ۲۹ء)

در اصل حدیث رسول جزو دین اور اصل اسلام ہے اس کے سوا ایمان
و اسلام ناقص اور ساقط، بلکہ حدیث کے علاوہ اصل قرآن "تبیانا لکل
شیئ" ناقابل فہم اور عقدۂ لاینحل بن جائے گا۔ اور بجز حدیث کے
نماز اور زکوٰۃ تک کے جزئیات و مسائل مشکوک و مشتبہ ہو جائیں گے۔
اور ان پر عمل پیرا ہونا محال۔

غرضیکہ قرآن اور رسول کا باہم دگر تعلق محض ایک نامہ بر اور ڈاک
کے ہرکارے کا نہیں بلکہ قرآن اور رسول یک جان دو قالب کا مصداق
ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الا انی اوتیت القرآن — کہ مجھے قرآن اور قرآن ایسی ایک
ومثلہ معہ — اور چیز یعنی حدیث عطا کی گئی ہے،

آپؐ نے فرمایا عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک آدمی اپنے
تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو گا۔ اس کا نیچے کا دھڑ بے کار ہو گا۔ جب

اسے حدیث سنائی جائے گی تو وہ انکار کرے گا اور صرف قرآن ہی کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیتا ہو گا اور اس کے علاوہ کسی چیز کو قابلِ حجت و اتباع نہیں تسلیم کرے گا۔ مگر غور سے سنو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کردہ اشیاء بعینہٖ قرآن کی حرام کردہ اشیاء کی مانند ہیں۔ مشکوٰۃ

حقیقت ہے کہ قرآن کا سمجھنا حدیث کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اوزاعی فرماتے ہیں تفسیر و تشریح کے لحاظ سے قرآن پاک کے لئے حدیث کی اشد ضرورت ہے، کفایہ ص۱۴

یحییٰ بن کثیر کا بیان ہے کہ

السنۃ قاضیۃ علی القران ولیس القران بقاض علی السنۃ دارمی	حدیث قرآن کے اجمال و ابہام کا فیصلہ کرتی ہے لیکن قرآن حدیث کے مطالب و معانی کا فیصلہ نہیں

کرتا کیوں کہ وہ تو خود ہی تفصیل اور تشریح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

لولا السنۃ ما فہم احد منا القران	اگر حدیث میسر نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو نہ سمجھ سکتا۔

حضرت سعید بن جبیر تابعی رح نے ایک حدیث بیان کی تو کوئی صاحب غالباً منکر حدیث کہنے لگا کہ قرآن میں اس حدیث کے خلاف موجود ہے ابن جبیر کہنے لگے میں تمہیں حدیث سناتا ہوں اور تو اس کو قرآن کے مخالف گردانتا ہے۔ یاد رکھو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ قرآن کے واقف اور نکتہ رس تھے

کسی شخص نے مطرّف بن عبداللہ بن شخیرّ صحابی سے کہا کہ ہم سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ بیان کیا کرو، مطرف نے جواب دیا بخدا! ہم قرآن کے متبادل کوئی چیز پیش نہیں کرتے بلکہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کرتے ہیں جو ہم سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے تھے۔ (کفایہ)

حضرت عمران بن حصین صحابی ۵۹ھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ کسی منکر حدیث نے کہا کہ آپ نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور صرف حدیث ہی کے ہو گئے ہیں، یاد رکھیئے ہمیں قرآن کے علاوہ کچھ نہ سنایا کرو۔

حضرت عمران نے اس کو اپنے قریب بلایا اور کہا کہ اگر تم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں سمجھتے تو بتاؤ، نماز ظہر اور عصر کی چار چار رکعتیں اور مغرب کی تین رکعتیں قرآن میں کہاں پاتے ہو اور ان کا تذکرہ کہاں ہے ذرا نشاندھی کرو۔

پھر آپ نے تمثیلاً حج کا ذکر فرما کر پوچھا کہ اگر تیرے اور تیرے رفقاء کار کے حوالے قرآن کر دیا جائے تو کیا بیت اللہ کے سات سات مرتبہ طواف اور صفا مروہ کے سات سات طوافوں کا مسئلہ دکھا سکتے ہو۔ اسی طرح رمی جمار اور وقوف عرفہ

اس کے بعد دریافت کیا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے تو بتاؤ چور کا ہاتھ کہاں سے کاٹو گے، کیا گھٹنے سے کاٹو گے کہنی سے کاٹو گے یا کندھے سے کاٹو گے (تو منکر حدیث اپنا سا منہ لے کر رہ گیا) اور نہایت شرمسار ہوا) اگر ہم حدیث نہ بیان کریں تو تم گمراہ ہو جاؤ۔

۱۳۲۸
LIBRARY
Marfat.com

ایوب سختیانی کہتے ہیں، جب کسی سے حدیث بیان کرو اور وہ اس کو سوگوار سمجھے اور قرآن سننے کا طالب ہو تو سمجھ لو وہ گمراہ اور راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے۔

بلکہ سچ تو یہ ہے "ما اتاکم الرسول فخذوہ" و "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" ہیں خود اللہ تبارک و تعالیٰ حدیث رسول کی طرف دعوت دے رہے ہیں کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے (کفایہ بغدادی ص۱۵-۱۶)

اب ہم حجیت حدیث اور اس کی اہمیت سے متعلق چند آیات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ	اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم واقعی
تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ	اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں چاہئیے کہ میری
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	پیروی کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے
يَغْفِرْ لَكُمْ	محبت کرے گا اور تمہاری لغزشیں معاف
ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ	فرمائے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ . قُلْ	اے پیغمبر تم کہہ دو اللہ اور اس کے رسول
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا	کی اطاعت کرو پھر اگر یہ لوگ اس بات
الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا	سے اعراض کریں تو آگاہ رہو اللہ انکار کرنے والوں
فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ	کو دوست نہیں رکھتا
الْكٰفِرِيْنَ	

معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعوے اور اس کے رسول کی اتباع و پیروی سے انکار کفر ہے اسلام نہیں اور آپ کی پیروی آپ کے قول و عمل

دونوں میں مضمر ہے۔

۲ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

مسلمانوں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر اور بااختیار ہوں پھر اگر باہم کسی بات پر نزاع ہو جائے۔ تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو۔

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ کا تقاضا ہے کہ بدون اتباع رسولؐ ایمان خطرے میں ہے بلکہ ایمان کفر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

(۳) وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا

جب ان کو اللہ کے نازل کردہ حکم اور رسولؐ کی حدیث کی طرف بلایا جاتا ہے، تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے روگردانی کرتے ہیں اور ان کے قدم ٹھٹھک کر رہ جاتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ حکم رسولؐ اور حدیث رسولؐ سے اعراض اور روگردانی کا نام انکار و ارتداد اور کفر و نفاق ہے۔

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ

ہم نے جس کسی کو منصب رسالت

Marfat.com

اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہ دیکر دنیا میں مبعوث کیا تو اسی لئے کہ ہمارے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اس آیت سے صاف عیاں ہے۔ کہ رسول کے بعثت کی غرض وغایت ہی اس کے حکم وفیصلہ کی اطاعت ہے

(۵) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ پس دیکھو کہ تمہارا خدا اس بات پر گواہ ہے
حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ کہ وہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب — النساء 65
فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ تک تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر تیرے
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي فیصلے کے خلاف اپنے دل میں
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا کسی طرح کی کھٹک اور تنگی نہ
مِمَّا قَضَيْتَ محسوس کریں اور ٹھیک اسی طرح
وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا مان لیں

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے فیصلے کو صرف مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ بخوشی تسلیم ہو اور اس کے خلاف دل میں کوئی تنگی اور خلش محسوس نہ ہو۔ اور برضا ورغبت نہ ماننے سے کفر وارتداد لازم ہے۔

(۶) مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا
وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد اور عورت
قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا کو جائز نہیں کہ ان کے فیصلے کے خلاف
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ ان کو اختیار ہو ۔ جو اللہ اور
الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ رسول کی نافرمانی کرے
وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ تو وہ کھلا ہوا گمراہ ہے۔
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا

Marfat.com

اس آیت سے یہ آشکارا ہے کہ رسول کے فیصلے اور حکم کو اللہ کے حکم کی طرح تسلیم کرنا فرض ہے کسی کو اس کی مخالفت کی گنجائش نہیں۔

(۷) مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ؕ

مسلمانو! جو احکام اللہ کا رسول دے وہ قبول کر لو اور جس بات سے منع کرے اس سے رک جاؤ اللہ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہنے لگی کہ آپ بال گودنے گودانے کی ممانعت فرماتے ہیں لیکن یہ قرآن پاک میں کہیں نہیں ملتا آپ نے فرمایا ہے "تو" اس نے دوبارہ کہا کہاں ہے تو آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی پس اس آیت سے بالکل واضح ہے۔ کہ فرمانِ رسولؐ فرمان خدا ہے۔)

جو احکام رسولؐ دے ان کو پوری طرح انجام دو ورنہ عذاب الہٰی دور نہیں۔

(۸) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

مسلمانو! تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

یہاں صاف طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل و فعل بلکہ مجسمہ رسولؐ کو بہترین نمونہ اور عین اسلام قرار دیا گیا ہے، پس حدیث پر اعتقاد اور اس پر عمل کرنا عین دین اور اس کا انکار عین کفر و ارتداد

(۹) هُوَ الَّذِي بَعَثَ
فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا
مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ
آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَأَنْزَلْنَا
إِلَيْكَ الذِّكْرَ
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ
مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

اللہ نے ان پڑھ عربوں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ اور اپنے اثر صحبت سے انکے اعمال بد کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو قرآن و سنت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور قرآن ہم نے اسی لئے نازل کیا ہے۔ کہ آپ اس کی تفسیر و تشریح لوگوں کو سمجھائیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم قرآن اور مفسر قرآن بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اقبال نے کہا ہے

ہست دین مصطفےٰ دین حیات
شرع او تفسیر آئین حیات
حق تعالیٰ پیکر ما آفرید
از رسالت در تن ما جان دمید
از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما

اور یہ واضح ہے کہ قرآن پاک سارے کا سارا من وعن آپ کے سامنے موجود ہے۔ تو پھر بتائیے حکمت و معانی، تفسیر و مطالب اور تشریح و تبیین کیا ہوئے اور کہاں ہیں۔ لا محالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ معانی و حکم بجز حدیث کے اور کچھ نہیں قرآن احکام، قصص و امثال اور عقائد و افکار پر حاوی اور مشتمل کتاب کا نام ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بعض احکام کی تفسیر و تشریح عملاً کر کے دکھائی جاتی ہے اور بعض مطالب کی زبانی

شرح ہوتی ہے اور اس فعل اور قول کو حدیث کہتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر فرمان و عمل فرمانِ خدا کی طرح واجب الاطاعت بلکہ عین فرمانِ خدا

ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور ان میں کسی قسم کی تحریف و تردید کرنا عین قرآن کی تردید کے مترادف اور صریح کفر ہے۔

اعاذنا اللہ منہ

ڈاکٹر اقبال اور حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی ذات مبارک کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی والہانہ عقیدت کا حال اکثر لوگوں کو معلوم ہے، مگر یہ شاید کسی کو نہیں معلوم کہ انہوں نے اپنے سارے تفلسف اور اپنی تمام عقلیت کو رسولِ عربی کے قدموں میں ایک متاعِ حقیر کی طرح نذر کر کے رکھ دیا تھا، حدیث کی جن باتوں پر نئے تعلیم یافتہ نہیں، پرانے مولوی تک کان کھڑے کرتے ہیں اور پہلو بدل بدل کر تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر آنت فلاسفی ان کے ٹھیٹھ لفظی مفہوم پر ایمان رکھتا تھا۔ اور ایسی کوئی حدیث سن کر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں شک کا گزر نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے ان کے سامنے بڑے اچنبھے کے انداز میں اس حدیث کا ذکر کیا جس میں بیان ہوا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب ثلاثہ کے ساتھ احد پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں احد لرزنے لگا اور حضور نے فرمایا کہ ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید دل کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہوگیا۔

اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا کہ اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے میں اس کو استعارہ و مجاز نہیں بالکل ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کے لئے کسی تاویل کی حاجت نہیں اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے مادے کے بڑے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں امجازی طور پر نہیں واقعی لرز اٹھتے ہیں۔

(جوہر اقبال)

Marfat.com

عرشی صاحب رسالہ البیان دسمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں کہ ایک بار میں نے ان سے پوچھا اسلام تمام قرآن میں محصور ہے یا نہیں فرمایا "مفصل کہو"۔ میں نے کہا ذخیرۂ احادیث و روایات اور کتب فقہ وغیرہ کو شامل کر کے اسلام مکمل ہوتا ہے یا صرف قرآن اس باب میں کفایت کرتا ہے انہوں نے فرمایا۔ یہ "چیزیں تاریخ و معاملات پر مشتمل ہیں ان کی بھی ضرورت ہے۔ اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ کن ضروریات کے تحت وضع کی گئیں یعنی معرضِ وجود میں آئیں لیکن نفس اسلام قرآن مجید میں بکمال و تمام آچکا ہے"

"اقبال کامل"

روایت میں حزم و احتیاط

حدیث کے معاملے میں بعض فتنہ جو اور ژولیدہ خیال لوگوں کی طرف سے جہاں اور بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں۔ وہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز مرّہ کے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یوں ہی روایت کرتے رہتے تھے۔ اور اس طرح بعض باتیں غلط طور پر آپ کی طرف منسوب ہو چکی ہیں۔

ذیل میں ہمارے ایک فاضل دوست نے متعدد بزرگانِ دین اور اصحاب سلف کے اقوال بانی عدہ حوالوں کے ساتھ نقل کئے ہیں جن سے ان بودے اور گھٹیا الزامات کی نفی ہوتی ہے ان اقوال کو دیکھ کر ایک سلیم الفطرت اور صحیح الخیال مسلمان بڑی آسانی سے اندازہ کر سکتا ہے کہ ہادیٔ اعظم کے صحابۂ کبارؓ محبوبؐ خدا کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے، ایڈیٹر تسنیم لاہور

صحابہ کرامؓ حدیث بیان کرنے میں بے حد محتاط تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ "

" جس نے میری طرف، غلط بات منسوب کی اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔ "

ہر وقت سامنے رہتا تھا۔ چنانچہ اکثر صحابہؓ بیان میں تفاوت اور کمی بیشی کے خوف سے حدیث بہت کم روایت کیا کرتے تھے بلکہ بعض صحابہؓ تو اس خوف سے برسول حدیث بیان نہیں کرتے تھے

حضرت عمرو بن میمون تابعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴ھ کا بیان ہے کہ ہر جمعرات حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا مگر ان کی زبان سے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں سنا ایک دن ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے تو انہوں نے گردن جھکا لی دیکھا تو قمیص کے تکمے کھلے ہوئے ہیں۔ آنکھیں اشک بار ہیں، گردن کی رگیں پھولی ہوئی ہیں حدیث بیان کرتے تو کہتے۔ اس سے کم یا بیش، اس کے قریب یا اس جیسا۔ ابن ماجہ ص۵

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حدیث بیان کرنے میں غایت درجہ محتاط اور بڑے متشدد تھے اپنے شاگردوں کو حدیث میں سستی کرنے پر ڈانٹ پلایا کرتے تھے، تذکرہ ص ۱۳/۱

ابو عمر شیبانی (۹۸ھ) کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کی خدمت میں سال بھر بیٹھا تو اس اثنا میں انہوں نے ایک حدیث بھی بیان نہ فرمائی جب کبھی فرماتے تو کپکپی کا عالم طاری ہو جاتا۔ تذکرہ ص ۱۵/۱

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہینے بھر میں دو تین حدیثیں بیان فرماتے تھے یا (دارمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابن عمر اپنے دین کا خیال رکھو۔ یہی تمہارا اصل سرمایہ ہے۔ اپنے معلمِ دین کو خوب جانچ لو، استقامت پسند لوگوں سے دین حاصل کرو، کج رو لوگوں سے پرہیز کرو (کفایہ ص۱۲۱)

Marfat.com

چناں چہ آپ حدیث بیان کرنے میں سر مو کمی وبیشی کے بھی قائل نہ تھے (کفایہ ص۱۸۱)

آپ اپنے تلامذہ کو فرمایا کرتے تھے "حدیث بیان کرنے سے پہلے دو تین مرتبہ کہہ لیا کرو" (دارمی)

شعبیؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں سال بھر ابن عمرؓ کے پاس رہا انہوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی (ابن ماجہ ص۵)

عبید بن عمر (۷۴ھ) "مثل المنافق کمثل الشاۃ العائرۃ بین الغنمین" میں "العائرۃ" کی بجائے "الرابضۃ" پڑھ رہے تھے تو ابن عمرؓ نے فرمایا: "خدارا رسول خدا پر افترا نہ کرو" (کفایہ ص۱۷۳)

ایک دفعہ آپ نے یہ حدیث سنائی

بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ وصیام رمضان والحج کسی صاحب نے والحج وصیام رمضان کہہ دیا تو آپ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ ہم نے "صیام رمضان والحج" ہی سنا ہے (مسلم ص۳۱ کفایہ ص۱۷۶)

تابعین اور محدثین بھی انتہائی حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے چناں چہ اعمش (۶۱ - ۱۴۸ھ) کہتے ہیں کہ محدثین کو بہ نسبت واؤ الف، ت وغیرہ کے اضافے کے آسمان سے گر پڑنا گوارا تھا (کفایہ ص۱۷۸)

امام مالک (۱۷۹ھ) التی، الذی، ب، ت ایسے الفاظ میں بھی پورے حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے (کفایہ ص۱۷۹)

جابر بن یزید (۱۲۸ھ) کے متعلق ثوری بیان کرتے ہیں کہ میں نے

Marfat.com

حدیث میں ان سے زیادہ محتاط نہیں دیکھا (تہذیب صـ۴۲)

حضرت انس بن مالکؓ کو جس حدیث میں ذرا بھی شبہ ہو جاتا، وہ اس کو بیان ہی نہیں فرماتے تھے، اور کہتے تھے کہ اگر غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور بیان کرتا (دارمی صـ۴۲)

انس بن مالکؓ (۹۳ھ) فرماتے تھے "من کذب علی متعمداً" مجھے کثرت روایت سے روکتی ہے (ابن ماجہ صـ۴)

انس بن مالکؓ بہت کم روایت کرتے تھے، جب روایت کرتے تو فرماتے "او کما قال" یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دارمی)

سائب بن یزید (۸۰ھ) بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت سعد بن مالک کا از مدینہ تا مکہ ہم سفر رہا۔ ان کی زبان سے اس اثنا میں ایک حدیث بھی نہیں سنی (ابن ماجہ صـ۴)

سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ (۳۶ھ) حضرت مقدادؓ (۳۳ھ) سعد بن ابی وقاص (۵۵ھ) اور حضرت عبدالرحمان بن عوف (۳۲ھ) کا رفیق سفر تھا، ان میں سے بجز طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کے کوئی بھی حدیث بیان نہیں کرتا تھا، اور طلحہؓ بھی صرف مشاہدات جنگ ہی بیان فرماتے تھے (بخاری صـ۳۹۷/۱)

زید بن ارقم (۶۸ھ) سے ہم نے عرض کیا "حدیث سنائیے" تو انہوں نے فرمایا "ہم لوگ بوڑھے ہو چکے ہیں ذہول ونسیان ہو چکا ہے، حدیث بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے (ابن ماجہ)

عبدالرحمان صحابی اپنے بستر کے نیچے ایک چھڑی رکھا کرتے تھے

جب ان کے لڑکے اور بھتیجے حدیث کی تعلیم کے لئے آتے تو چھڑی اٹھا کر فرماتے تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کر روایت کرتے ہو۔ ذرا احتیاط سے کام لو۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبد الرحمان

ابن زبیر (۲۰ ھجری) کہتے ہیں کہ میں نے ابا جان سے کہا کہ دیگر صحابہ کی طرح آپ کیوں حدیث بیان نہیں فرماتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں ہوں آپ سے جدا نہیں ہوا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص میری طرف غلط بات منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہے (ابن ماجہ ص ۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میں حدیث بیان کروں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے آسمان سے گرنا زیادہ عزیز ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے سامنے کوئی روایت آتی ہے تو راوی سے حلف لے لیتا ہوں۔

حضرت علیؓ ابن سیرین ضحاک بن مزاحم اور دیگر تابعین سے منقول ہے کہ علم حدیث دین ہے جس سے حاصل کرو اسے خوب پرکھ لو۔ (کفایہ ص ۱۲۲)

حضرت ابو بکرؓ کے پاس ایک عورت میت کی دادی وراثت کے سلسلے میں آئی تو آپ نے فرمایا میرے علم میں آپ کو کتاب و سنت میں کوئی حصہ مذکور نہیں پھر آپ نے مزید اطمینان کے لئے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹا حصہ دلوایا ہے۔ تو آپ نے فرمایا

کوئی شاہد ہے حضرت ابو مسلمہ نے ان کی تائید کی تو پھر قبول فرمایا
تذکرہ ص ۳/۱

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرط احتیاط کی بنا پر پانچ سو احادیث کا مجموعہ نذر آتش کر دیا تھا مبادا اس میں ایسے راوی کی روایت ہو جس کو میں نے ثقہ اور معتبر سمجھا ہو اور وہ درحقیقت معتبر نہ ہو (تذکرہ ص۵)

حضرت ابو امامہ صحابی (۸۱ھ) اس قدر احتیاط سے حدیث بیان کرتے تھے کہ وہی الفاظ ادا ہوں جو انہوں نے سنے تھے (کفایہ ص۲۰۶)

قرظہ بن کعبؓ (۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں عراق بھیجا اور موضع صرار تک ہمارے ساتھ بطور مشایعت آئے۔ فرمایا معلوم ہے میں تمہارے ساتھ کیوں چل رہا ہوں۔ عرض کیا "ذرہ نوازی" "عزت افزائی" پھر آپ نے فرمایا سنو! تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو تلاوت قرآن سے لطف اندوز ہیں زیادہ حدیث بیان کر کے ان کی تلاوت میں خلل انداز نہ ہونا۔ حدیث بہت کم بیان کرنا۔ میں تمہارا رفیق ہوں۔

جامع بیان العلم ص ۱/۶۵

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تین بار اجازت طلبی پہ باریابی نہ ہو سکی تو واپس چلے آئے۔ حضرت عمرؓ نے بلا کر پوچھا واپس کیوں چلے گئے تو انہوں نے فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تین دفعہ اجازت طلبی پہ اجازت نہ مل سکے تو واپس چلے آؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کوئی شاہد۔ حضرت ابو سعید خدریؓ و ابی بن کعبؓ نے تصدیق کی تو دم میں دم آیا۔ ساتھ ہی ابن کعبؓ نے کہا

اسقدر تشدد صحابہ کیلئے عذابِ جان نہ بنو (ابو داؤد کتاب الادب)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کرنے اور سننے میں سب سے زیادہ متشدد تھے۔ ابو موسیٰ اشعری کے واقعہ جیسے بیسیوں واقعات منقول ہیں، اسی بنا پر بعض صحابہ کی زبان بندی کر دی تھی حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے دریافت کیا "کیا عہد عمر میں بھی تم اسی طرح حدیث بیان کر سکتے تھے" انہوں نے فرمایا ایسا کرتے تو کوڑے کھاتے۔

جامع بیان العلم ص ۱۲۵

حضرت امام مالک کو جب کسی حدیث میں معمولی سا بھی شبہ پڑ جاتا تو وہ اسے بیان ہی نہیں کرتے تھے (کفایہ صفحہ ۲۲۴)

سلام عطار یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے حدیث کے نوشتے میں بھی شبہ ہو جائے تو اسے بالکل ترک کر دیتا ہوں۔ (کفایہ ص ۲۲۴)

حبان بن حریث مروزی کہتے ہیں کہ علی بن حسین ابو عبد الرحمٰن (۲۱۵ھ) سے دریافت کیا کہ ابو حمزہ کی کتاب الصلوٰۃ کا آپ کو سماع ہے۔ فرمایا ہاں۔ مگر کسی ایک حدیث کے سماع میں گدھے کی آواز سے خلل پڑ گیا تھا لہٰذا میں نے ساری کتاب ترک کر دی۔ (کفایہ ص ۲۳، تہذیب ۱۹۹/۵)

ہشیم بن جمیل کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ (۸۲ — ۱۶۰ھ) سے سات سو حدیثیں سنیں۔ کسی وجہ سے مجھے ایک حدیث میں شک ہوگیا چنانچہ میں نے سب ترک کر دیں (کفایہ ص ۲۳۵)

یحییٰ بن معین (۱۵۸، ۲۳۳ھ) کہتے ہیں کہ ہم عبید اللہ بن عمر کا مجموعہ حدیث حاتم بن اسماعیل کے پاس لائے ایک ہی حدیث سنائی تھی کہ فرمانے لگے اف استغفر اللہ، مجھے عبید اللہ سے حدیث لکھنے

Marfat.com

وقت صرف ایک حدیث میں شبہ پڑ گیا تھا۔ لہٰذا میں ان سے حدیث بیان نہیں کر سکتا۔ (کفایہ ص ۲۳۵)

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چار شخصوں سے علم حاصل نہ کرو۔ (۱) بے وقوف (۲) عام گفتگو میں جھوٹ کا عادی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترانہ ہی کرے (۳) گمراہ کن خیالات کا حامل جو اپنے خیالات کی تبلیغ کرتا ہو (۴) وہ منسوب جو فن حدیث سے کورا ہو (کفایہ ص ۱۱۶)

(۱) امام احمد ۱۶۴-۲۴۱ھ سے کسی نے دریافت کیا فرمایئے کوئی محدث (راوی) ایک حدیث میں جھوٹ بول لیتا ہے اور پھر اس سے توبہ کر لیتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا توبہ کا معاملہ تو خدا سے ہے۔ لیکن ہم آئندہ کبھی اس کی حدیث قبول نہیں کریں گے۔ عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ — ۱۸۱ھ فرماتے ہیں جھوٹے کی سزا یہی ہے کہ پھر اس کا سچ بھی نہ قبول کیا جائے (کفایہ بغدادی ص ۱۱۰)

(۲) حمیدی کہتے ہیں کہ جس کا ایک جھوٹ بھی ظاہر ہو گیا اس کی سب حدیثیں مردود ہیں (کفایہ ص ۱۱۸)

(۳) اسی فرط احتیاط کی بنا پر محدثین اپنے شیوخ اور اساتذہ سے روایت لینے سے اجتناب کیا کرتے تھے جب کہ آخر عمر میں ان کے حافظے اور دماغی قویٰ کمزور پڑ چکے ہوتے تھے کہ شاید کوئی غلطی ہو جائے۔ ایسے واقعات سے اسماء الرجال کی کتابیں لبریز ہیں۔

(۴) ابو نعیم اور ابو عمر جوضی کہتے ہیں کہ ہم نے ابن ابی عروبہ ۱۵۲ھ

Marfat.com

کا آخری زمانہ پایا ہے صرف بڑھاپے کی وجہ سے ان سے روایت نہیں کی (کفایہ ص ۱۳۵)

(۵) ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ عارم بن فضل سے میری ملاقات ہوئی وہ مجھ سے بے تکی باتیں کرنے لگے میں بھانپ گیا کہ بڑھاپے کے آثار ہویدا ہیں کفایہ ص ۱۳۶

(۶) چنانچہ اسی طرح عطاء بن سائب ۱۳۶ھ بھی آخر عمر میں مخبوط الحواس ہو گئے تو ان سے بھی بڑھاپے میں روایت لینے سے احتیاط برتا گیا کفایہ ص ۱۳۵

(۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ھ فرماتے ہیں کہ حواس باختہ عالم کی حدیث نہ لی جائے کفایہ ص ۱۴۵

(۸) امام شافعی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں کہ کثرت اغلاط اور فحش غلطیوں کی وجہ سے بھی روایت قبول نہیں کی جا سکتی
چنانچہ معتبر اور ثقہ راویوں کے خلاف معمول نادر والے اور غیر معتبر راوی کی روایت قابل اعتناد نہ ہوگی
شعبہ کہتے ہیں کہ شاذ روایت شاذ آدمی سے ہی مروی ہوتی ہے
کفایہ ص ۱۴۱

(۹) قاضی ابو یوسف (۱۱۲ — ۱۸۲) فرماتے ہیں جس نے شاذ حدیث کو لیا اس نے جھوٹ بولا جس نے علم کیمیاء سے مال حاصل کیا وہ محتاج و قلاش ہو گیا اور جس نے علم کلام سے دین حاصل کیا وہ بے دین ہو گیا (جامع کفایہ ص ۱۴۲)
ابراہیم بن عبد اللہ ہروی اپنے استاد ہشیم کے متعلق بیان

کرتے ہیں.

ما من حدیث ھشیم الا وسمعته منه ما بین عشرین مرة الی ثلاثین	ہشیم سے جو حدیث بیان کرتا ہوں وہ حدیث میں نے ان سے کم از کم بیس ۲۰ تیس ۳۰ دفعہ سنی ہوئی ہے.

(تاریخ بغداد ۵/۱۱۹)

11 معن بن عیسیٰ کا فرمان ہے کہ امام مالک سے میں جو احادیث بیان کرتا ہوں وہ ان سے کم بیس تیس دفعہ سن چکا ہوں

(حلیۃ الاولیاء ۱/۳۲۱)

نیز ابن معن کا بیان ہے جب تک تیس اساتذہ سے لکھ نہ لیں حدیث کا مطلب ذہن نشین نہیں ہوتا.

ابراہیم بن سعید جوہری کہتے ہیں

(۱۲) کل حدیث لا یکون عندی من مائة وجه فانا فیه یتیم ۲/۸۹	جو حدیث میرے پاس ایک صد استاد سے مروی نہ ہو میں اس حدیث میں اپنے آپ کو یتیم تصور کرتا ہوں.

(تذکرہ ۲/۸۹)

Marfat.com

روایت بالمعنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال احوال اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں ظاہر ہے کہ افعال و احوال اور تقریر میں روایت باللفاظ کا سوال تو در کنار بلکہ عقلی احتمال بھی محال ہے کہ افعال و احوال کوئی لفظ تو نہیں ہیں بلکہ وہ تو حرکات و سکنات اور نقوش کا نام ہیں جنہیں راوی کو اپنے الفاظ میں ادا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں

باقی رہی قولی احادیث تو اس کا ایک معتد بہ ذخیرہ بالفاظہٖ مروی ہے۔ مثلاً نماز اذان تکبیر ادعیہ ماثورہ احادیث قدسیہ جوامع الکلم اکثر احکام وغیر ذالک

اور باقی ماندہ احادیث و روایات میں "روایت بالمعنی" جمہور کے نزدیک مسلّم ہے۔ یاد رہے کہ حدیث کے مدلول و معانی اپنے الفاظ میں عین منشاء نبوت کے مطابق بیان کرنے کا نام "روایت بالمعنی" ہے۔

خطیب بغدادی لکفایہ ۱۹۵ پر رقمطراز ہیں کہ

قال جمہور الفقہاء	جمہور فقہائے کے نزدیک ایسے
ویجوز للعالم بمواقع	راوی کے لئے جو طرز تخاطب
الخطاب و معانی	اور الفاظ کے مفہوم و مقاصد
الالفاظ روایۃ	سے خوب آگاہ ہو روایت
الحدیث علی	بالمعنی جائز ہے
المعنی	

Marfat.com

امام ابن کثیر ۷۰۱ - ۷۷۴ھ الباعث الحثیث کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھتے ہیں کہ

ان کان عالما بذلك	راوی اگر تغیرات معانی سے
بصیرا بالالفاظ و	آگاہ ہو الفاظ کے مدلول
مدلولاتها وبالمترادف	و مقاصد سے غایت درجہ
من الالفاظ ونحو	واقف ہو اور مترادف الفاظ
ذلك فقد جوز	کی معرفت تامہ اسے حاصل ہو
ذلك جمهور الناس	تو روایت بالمعنی جمہور سلف
سلفا وخلفاء	خلف سب کے نزدیک جائز ہے

عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ کسی صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم حدیث کو بلفظہ بیان نہیں کر سکتے تو آپ نے فرمایا مفہوم اگر بلا کم وکاست ادا ہو جائے تو "روایت بالمعنی" میں کوئی مضائقہ نہیں (کفایہ بغدادی)

ازہر بن جمیل کہتے ہیں کہ ہم یحییٰ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے ایک رفیق الفاظ حدیث میں شک کے عادی تھے تو یحییٰ نے فرمایا کہاں تک شک کرو گے، قرآن پاک سے اشرف واعلیٰ اور اصح کتاب دنیا میں موجود نہیں اس میں سات لغت تک کی رخصت ہے تو حدیث میں یہ کیوں کر روا نہ ہو۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں ایک ہی حدیث متعدد اساتذہ سے سنتا ہوں لفظی اختلاف کے باوصف مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔

مکحول تابعی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت واثلہؓ سے عرض کی کہ وہم ونسیان

Marfat.com

سے ہم احادیث فرمائیں تو آپ نے کہا کہ تم نے آج قرآن کی تلاوت کی ہے۔ ہم نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کیا تم سے قرآن میں غلطی سے کمی بیشی نہیں ہو جاتی ہم نے کہا کیوں نہیں بارہا غلطی ہو جاتی ہے تو آپ نے کہا جب کہ تم شبانہ روز تلاوت کے باوصف غلطی و نسیان سے محفوظ نہیں رہ سکتے تو ہم حدیث کے بیان کرنے میں کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں جو کہ . . . . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک دو بار یا سہ بار ہی سنی ہوتی ہے بس روایت بالمعنی ہی کافی شافی ہے (کفایہ)

حدیث کا عجمی اور غیر عربی زبان میں ترجمہ کرنا جمہور امت کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ تو روایت بالمعنی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے خصوصاً سفیر حضرات اور پیامبروں کے لئے تو یہ ایک ناگزیر امر ہے۔

وقد ورد القرآن
بمثل ذلك فان
الله تعالیٰ قصص
من انباء ما قد
سبق قصصا کرر
ذکر بعضها فی
مواضع مختلفة
والمعنی واحد نقلها
من السنتهم الی اللسان
العربی وهو مخالف
لها فی التقدیم والتاخیر والزیادة والنقصان (حنفیہ ص۲۰)

اور خود قرآن پاک میں ہے اللہ
تعالیٰ نے گذشتہ اقوام کے
قصص و واقعات کو متعدد
مقامات پر مفہوم کی یکسانیت
کے ساتھ مختلف الفاظ و پیرایہ
میں بیان کیا ہے۔ نیز عجمی زبان
سے عربی زبان میں منتقل کیا
ہے اور اس میں تقدیم
و تاخیر اور کمی بیشی ظاہر
امر ہے۔

Marfat.com

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ " نضر اللہ امرأ سمع مناحدیثا نادّاہ کما سمع " کے پیش نظر روایت باللفظ ہی درست اور روا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو " ونبیبک الذی ارسلت " کی بجائے ''وبرسولک الذی ارسلت'' سے منع کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ خود نبی علیہ السلام روایت بالمعنی کو درست نہیں سمجھتے تھے۔

سنیئے! حدیث آپ ہی کے مدعی کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو بعض راویوں نے اسی حدیث میں " نضر اللہ " کی بجائے " رحم اللہ " اور " امرأ سمع " کی بجائے " من سمع " اور " مناحدیثا " کی بجائے " منفالتی " اور " اداہ " کی بجائے " بلغہ " روایت کیا ہے۔

تو آپ ہی فرمائیے آپ کا دعوٰے روایت باللفظ کہاں تک درست اور مبنی بر حقائق ہے۔

اور مذکورہ بالا دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدیں وجہ منع کیا تھا کہ لفظ " نبی " رسول سے افضل اور جامع ترین ہے، دیگر " الذی ارسلت " سے لفظ رسول تو خود بخود سمجھا جاتا ہے، نیز " وَنَبِیِّکَ الَّذِی ارسلت " میں نبوت و رسالت دونوں صفات یکجا جمع ہو جائیں گی۔

کفایہ بغدادی ص ۲۰۱

روایت بالمعنی کا جواز
پیش کیا ہے

Marfat.com

تدوینِ حدیث

پیشین گوئی کا ظہور

آغاز عہد نبوت میں جب کہ مسلمانوں کی غربت بے کسی اور زیردستی کا زمانہ تھا۔ سامان کتابت تو کجا سرے سے کاتب ہی نہ تھے یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ قرآن کو لازماً جمع اور مدون کریں گے اور اس کے مفہوم و معانی کو بالوضاحت بیان فرمائیں گے۔

چنانچہ اس پیشین گوئی اور اعجاز کا ظہور آغاز وحی سے ہی شروع ہو گیا اور ۲۳ سال کی مدت میں یہ پیش گوئی الم نشرح ہو گئی کہ قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہی تمام پورے کا پورا من وعن سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہو کر عالم اسلامی کے گوشے گوشے میں پہنچ گیا تھا۔

آنحضرت کے گفتار و کردار قرآن کا بیان ہیں

باقی رہا "ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ" کہ ہم قرآن کی توضیح و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و کردار اور تبیین و تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار و رفتار سے کریں گے۔ بقول حضرت عائشہؓ قرآن پاک الفاظ و نقوش ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر بلکہ بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عین قرآن۔ الا انی اوتیت القرآن و مثلہ معہ

Marfat.com

مستشرقین اور فریب خوردہ مسلمان

بعض مستشرقین اور فریب خوردہ مسلمانوں نے یہ پھیلا کر حدیث کی صحت اور وثوق میں شک پیدا کرنا چاہا ہے کہ روایات اور احادیث کی تحریر و تدوین کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۹۰ سال بعد شروع ہوا ہے۔

دنیا شاہد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ زندگی میں ایک خاص دینی ذہن پیدا کیا، عبادات معاملات اور معاشرت سے متعلق اصول و قواعد سے آشنا کیا۔ ثقافت اور مدنیت کے اقدار سے آگاہ کیا۔

چنانچہ ان دل آویز اور خوشش آئند آئین و قوانین اور اسوہ حسنہ کی بدولت ایک منظم معاشرہ وجود میں آیا اور فقیدالمثال ثقافت اور تمدن جلوہ افروز ہوا۔ تاریخ کا فیصلہ ہے کہ یہ معاشرہ سراپا رشد و ہدایت اور سعادت کا پیکر مجسم تھا۔

صحابہ کے اس معاشرے۔ بقول محدّث ابوزرعہ اس معاشرے کی تعداد سوا لاکھ سے متجاوز تھی ـــــ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے غیر معمولی شغف اور اس قدر والہانہ عقیدت تھی کہ ایک ایک بات کے لئے برسوں آپ کی خدمت میں قیام کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر گفتار و کردار کو واجب العمل قرار دیتے تھے اور ہر ہر نزاع و اختلاف پر آپ کے اقوال وارشادات سے استفادہ کرتے، صرف استفادہ ہی نہیں، بلکہ ان کو صرف آخر اور

Marfat.com

قطعی فیصلہ تسلیم کرتے، نیز شبانہ روز کی عملی زندگی کے لئے لائحہ حیات تصور کرتے تھے۔ شرعی حیثیت سے ایمان واسلام کا دار ومدار اور انحصار ہی اس پر تھا کہ۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ان کا ایمان آپ کو حکم اور
حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فیصل تسلیم کرنے پر موقوف ہے

اسی پر اکتفا نہیں بلکہ آپ نے اپنے اقوال وافعال کی نشر واشاعت کی تاکید کی کہ حاضرین مجلس غائب اور غیر حاضر کو مطلع کریں مگر اس بات کا پورا خیال رہے کہ ارادۃً کوئی غلط بات اور کذب آفرینی نہ ہو۔ ورنہ جہنم کی سزا ملے گی۔ چنانچہ یہ اثر ہوا کہ صحابہ روایت بیان کرنے کے وقت کانپنے لگتے تھے اور ہر وقت روایت میں حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے۔

بس آنحضرت کا اسوۂ حسنہ ہی ان لوگوں کی زندگی کے ہر پہلو میں لائحہ عمل اور شب وروز کا محبوب پروگرام اور زوال نو ز مشغلہ تھا چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بس یہی اقوال ورد زبان اور یہی ادا حرز جان۔ اور انہی کی تبلیغ واشاعت مقصود حیات

مجالس مذاکرۂ حدیث

حضرت انس ۹۳ھ کا بیان ہے۔ کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں سنتے رہتے جب آپ مجلس سے تشریف لے جاتے تو ہم لوگ پھر آپس میں ان حدیثوں کو دہراتے اور یکے بعد دیگر ہر ایک شخص ساری حدیثیں بیان کرتا۔ اکثر مجالس میں لوگوں کی تعداد ساٹھ

ساٹھ سے متجاوز ہو جاتی تھی، اور سب باری باری بیان کرتے، جب ہم اس مجلس سے اٹھتے تو وہ احادیث حافظے میں محفوظ ہو چکی ہوتی تھیں۔

حضرت معاویہؓ کا بیان ہے کہ زمانہ نبوت میں فرض نمازوں کے بعد صحابہ کرام مسجد میں بیٹھ جاتے قرآن پاک اور حدیث کا مذاکرہ کرتے

مستدرک حاکم جلد ۱ صہ ۹۴

حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ

تَذَاكَرُوا الْحَدِيثَ وَتَزَاوَرُوا فَإِنَّكُمْ إِنْ لَمْ تَفْعَلُوا يَدْرُسُ الْعِلْمُ

باہم مل کر حدیث کا مذاکرہ کیا کرو۔ ایسا نہ کروگے تو علم ختم ہو جائے گا۔

دارمی صہ ۷۹

حدیث کی تلاش و جستجو کا شوق و ذوق

اسی پہ اکتفا نہیں بلکہ ایک ایک حدیث کے لئے ہزاروں میل طول طویل اور لمبے سفر کی صعوبتیں اور غیر معمولی اخراجات خوشی خوشی برداشت کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن انیس جہنی مقیم مصر قصاص سے متعلق ایک حدیث روایت کرتے ہیں انہوں نے بازار میں آکر ایک اونٹ خریدا اور اس پر کجاوہ ڈال کر عازم مصر ہوئے، مسلسل ایک ماہ کا سفر کر کے مصر پہونچے اور دریافت کرتے ہوئے ان کی قیام گاہ پر پہونچ گئے۔ ایک حبشی کے ذریعہ اندر اطلاع کروائی۔

Marfat.com

وہ فوراً باہر تشریف لے آئے اور آپس میں بغل گیر ہوئے، پوچھا کیسے تشریف آوری؟ بولے قصاص سے متعلق آپ جو حدیث بیان کرتے ہیں، آپ کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا، اس لئے میری آرزو تھی کہ ـــ قبل اس کے کہ ہم دونوں میں سے کسی کو موت آجائے ـــ آپ سے بالمشافہ سن لوں۔

حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ

اور ایک مدنی صحابی حضرت فضالہ بن عبید گورنر مصر کے پاس محض ایک حدیث کی تثبیت تحقیق کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ابوداؤد

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان فرمائی اس وقت سائب بن خلاد اور عقبہ بن عامر جہنی دونوں صحابی موجود تھے، مگر بعد میں حضرت سائب کو حدیث سے متعلق کچھ وہم پیدا ہو گیا، تو وہ ازالہ وہم کی غرض سے مصر عقبہ کے پاس تشریف لے گئے سب سے پہلے مسلم بن مخلد کے گھر تشریف لے گئے اس نے مہمانی کرنا چاہی مگر آپ نے کہا پہلے عقبہ سے ملاقات ہونی چاہیئے چنانچہ وہ ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے اور تصدیق کر کے واپس آئے

حسن المحاضرہ جلد ا صلا

کثیر بن قیس کا بیان ہے کہ میں جامع دمشق میں حضرت ابوالدرداء صحابی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص نے آکر عرض کی کہ میں آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں صرف اس حدیث کی سماعت کی غرض سے آیا ہوں حضرت ابو درداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

جو شخص تحصیلِ علم کی خاطر سفر اختیار کرے اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ اور سفر سہل کر دیتا ہے اور طالب علم کی رضا جوئی کے لئے فرشتے رحمت کے پر بچھا دیتے ہیں، زمین و آسمان کے ملائکہ بلکہ پانی میں مچھلیاں بھی عالمِ دین کی سلامتی کے لئے دست بدعا ہوتی ہیں اور عالم دین زاہد سے اس قدر افضل و برتر ہے جس قدر ستاروں سے بدر یعنی چودھویں رات کا چاند"

علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء کا ترکہ درہم و دینار اور مال و دولت نہیں بلکہ وہ دولت علم ہے جس شخص نے دولتِ علم حاصل کر لی اس نے وافر حصہ پایا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ عقبہ بن عامر صحابی گورنر مصر منجانب امیر معاویہ" ایک حدیث بیان کرتے ہیں، چنانچہ حضرت ابو ایوب عالم پیری میں حدیث کی خاطر عازم مصر ہوئے۔ پہلے مسلمہ بن مخلد انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے ملاقات ہوئی معانقہ کیا۔ حضرت ایوب نے فرمایا مجھے عقبہ بن عامر کا مکان بتاؤ۔ الغرض ان سے حدیث دریافت فرمائی اور مدینہ منورہ پلٹ آئے مسند احمد ۴ صفحہ ۱۳۰

حضرت سبیط صحابی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رقبہ بطور جاگیر عطا فرمایا تھا وہ اس رقبے کی دیکھ بھال اور نگاہ داشت کے لئے تشریف لے جاتے اور فارغ ہو کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ جاتے احباب ان سے کہتے کہ آپکے چلے جانے کے بعد قرآن کی فلاں فلاں آیات نازل ہوئیں اور رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں احکام نافذ فرمائے تو ان کو اپنی غیر حاضری کا سخت رنج ہوتا۔

تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ سب کوتاہیوں جاگیر کے باعث ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ کہ مجھے ایسی جاگیر کی کوئی ضرورت نہیں جو آپ کے افادات و ارشادات سے محروم کر دے، کتاب الاموال ص۲۷۱

حضرت عمرؓ عوالی میں — مدینہ سے کچھ فاصلے پر — قیام پذیر تھے۔ بدیں وجہ روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دشوار تھی، تاہم یہ انتظام کر لیا کہ ایک روز خود حاضر ہوں اور دوسرے دن ان کے ہمسایہ عتبان بن مالک حاضر ہوں کہ ارشادات نبوی سے محروم نہ ہونے پائیں بخاری کتاب العلم، باب التناوب فی العلم

یہیں تک بس نہیں بلکہ حضرت ابن عباس ایسے صحابی آستانہ نبوی پر صرف نماز شب کی کیفیت ملاحظہ کرنے کے لئے شب باشی کرتے اور ایسا ہی ایک واقعہ زید بن خالد جہنی کا ابن ماجہ میں مذکور ہے کتب رجال کی ورق گردانی سے اس قسم کے صدہا واقعات میسر ہو سکتے ہیں۔

اب آپ ہی فرمائیے کہ اس قدر عظیم معاشرے کو — جس کا متاع حیات اور سرمایہ زندگی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے تک کو حافظے میں محفوظ رکھنا اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں ہر وقت مصروف رہنا اور روزمرہ کی عملی زندگی میں اس پر عمل پیرا ہونا ہو — تحریر و تدوین کی ضرورت ہی کیا تھی

عربوں کی زبانی یادداشت اور قوت حافظ اس پر مستزاد،

بلکہ قوتِ حافظہ کی بنا پر تحریر کو عیب سمجھتے تھے، کہ تحریر میں ہر وقت اعتبار کی جانب سے کمی بیشی کا خطرہ ہے، اور حوادث روزگار کا خوف، مگر جو نقوش دلوں پر کندہ ہو جائیں اور حافظے میں اتر جائیں اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

عہد صحابہ میں تدوین حدیث

تاہم حدیث کا معتدّ بہ حصہ عہدِ صحابہ ہی میں قلم بند ہو چکا تھا، معرفۃ علوم الحدیث کے مقدمہ میں تحریر ہے کہ

یرجع عهد تدوین	تدوینِ حدیث کا کام عہد صحابہ
الحدیث الی عصر الصحابہ	میں ہی شروع ہو چکا تھا۔
فقد کان منهم	چند صحابہ کرام حدیث لکھا
عدة اشخاص یکتبون	کرتے تھے اور تحریر شدہ احادیث
ویحدثون مما کتبوا	لوگوں کو سنایا بھی کرتے تھے۔

تدوینِ حدیث سے متعلق دشمنانِ اسلام کا اقرار

"الفضل ما شهدت به الاعداء" خوبی وہ ہے جس کے مخالف بھی مداح ہوں، جرمن ڈاکٹر اسپرنگر ——— جو ۱۸۵۴ء اور اس کے بعد تک ہندوستان کے صیغہ تعلیمات سے متعلق تھے اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے ناظم تھے وہ خود کہتے ہیں "میں پہلا یورپین ہوں جس نے خالص عربی ماخذوں سے "لائف آف محمدؐ" لکھی اور مخالفانہ لکھی ——— ——— اور گولڈ زیہر جیسے مشہور متعصب اور دشمن اسلام

بھی اس بات کے قائل ہیں کہ

ان الحدیث اخذ فی الکتابتہ فی عھدہ علیہ السلام — تدوینِ حدیث عہد نبوی میں ہی شروع ہو چکی تھی۔

المباحث العلمیہ ص۲۱۷

ہمارے خیال میں مغرب زدہ مسلمانوں کے لئے اس سے وزنی اور پر زور استدلال کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ دلائل اور تاریخی شواہد کی بجائے ان کے نزدیک یورپ کا "طرز عمل" مسائل کے غلط اور درست ہونے کا معیار ہے ان "فریب خوردہ شاہینوں" کے لئے بس یہی کافی ہے کہ یورپ نے اس مسئلے کا کیا فیصلہ کیا ہے اور اس میں ان کا طریق کار کیا ہے۔

نفسیاتی طور پر غلام اور شکست خوردہ قوموں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنے مسائل، اپنے طریق کار سے نفرت۔ فاتح اور غالب قوم کے ہر خیال و ادا سے محبت اور عقیدت "الناس علی دین ملوکھم"

غور کیجئے! تحفظ حدیث کا اس سے بہتر کونسا طریقہ ہو سکتا تھا۔ کہ ایک طرف تو صحابہ کرام کو حدیث سے اس قدر شغف ہے۔ کہ مذاکرے اور ورد حدیث کے بغیر چین نہیں بلکہ کہیں دور دراز کسی حدیث کے متعلق سنتے ہیں تو بصد خوشی سفر کرتے ہیں۔ اور جب نزول موتیوں سے دامن بھر جاتا ہے تو فرط مسرت سے بے خود ہو جاتے

دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اور

مژدہ ہے کہ خوش قسمت اور قابلِ رشک ہیں وہ لوگ جنہوں نے میری بات "حدیث" کو سنا اور یاد کر کے اس کی نشر و اشاعت کی، اور ساتھ ساتھ ترہیب و تنبیہہ بھی ہے کہ خبردار! جس نے مجھ پر اتہام اور افترا باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حدیث لکھنے کی ممانعت

البتہ ابتدائے عہدِ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کو قیدِ تحریر میں لانے سے صرف کاتبین وحی کو روکا تھا کہ قرآن و حدیث میں التباس نہ ہو جائے مگر جب آپ کو اس امر کا اطمینان ہو گیا تو آپ نے کتابتِ حدیث کی اجازت فرما دی[۱] لیکن بایں ہمہ اکثر صحابہ حدیث کو قلم بند کرنے سے احتیاط برتتے تھے مزید براں بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین کا قحط تھا، "نحن امۃ امیۃ لانکتب" کہ ہم ناخواندہ قوم ہیں لکھنا نہیں جانتے ____

خلیفۂ وقت کا منشور

پہلی صدی کے آواخر میں حضرت عمر بن عبد العزیز ۱۰۱ھ کو اس بات کا فکر دامن گیر ہوا کہ مبادا علم حدیث ____ جس کا کافی حصہ ابھی تک سینوں میں محفوظ ہے، ضائع نہ ہو جائے اس اندیشے سے آپ نے قاضی ابوبکر ابن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ۔

---

[۱] مقدمہ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم

Marfat.com

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الا حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث نبوی کو تلاش و جستجو کر کے لکھ لو مجھے علم کے ختم ہو جانے اور علماء کے فنا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور بس صرف حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبول کی جائے۔

بخاری کتاب العلم

اور تہذیب التہذیب جلد ۱۲ صفحہ ۳۹ پر ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر ابن حزم کو لکھا کہ

ان یکتب من العلم من عند عمرۃ بنت عبد الرحمن والقاسم بن محمد

عمرہ ۹۸ھ جو حضرت عائشہ کی سب سے بڑی شاگرد ہیں اور قاسم ۱۰۱ھ جو حضرت عائشہ کے پروردہ ہیں [illegible] کے پاس جو ذخیرۂ حدیث ہے سب قلمبند کر لو۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ حکم تنہا گورنر مدینہ ہی کے نام نہ تھا بلکہ تمام صوبہ جات کے گورنروں کو اس قسم کا منشور ارسال کیا گیا تھا۔

فتح الباری ص ۱۳۴

بہرکیف فرمان کی تعمیل ہوئی اور حدیث کے متعدد صحیفے اور نسخے مرتب کرائے قلمرو میں روانہ کئے گئے تعمیل ہوتی بھی کیسے نہ خلیفۂ وقت کا حکم تھا بھی کس کے نام۔ صوبہ کے گورنر اور ناظم کے نام

غور کیجئے جس منصوبے کو خلیفۂ وقت عملی جامہ پہنانا چاہیں اور دیگر ارکان مملکت کا بھی تعاون حاصل ہو وہ کس قدر معیاری اور اعلیٰ وارفع طرز پر منصۂ شہود پر آئے گا۔ خصوصاً جس کام میں دینی جذبہ بھی کارفرما ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ

امرنا عمر بن عبد العزیز	ہمیں عمر بن عبد العزیز نے
بجمع السنن فکتبناھا	تدوین حدیث کا حکم دیا، اور
دفترا دفترا فبعث الی	ہم نے یہ کام خوش اسلوبی سے
کل ارض لہ علیھا	انجام دیا پھر انہوں نے عالم اسلامی
دفتراً	کے گوشہ گوشہ میں ایک
جامع بیان العلم ص۳۸	ایک نسخہ ارسال کیا۔

تدوینِ حدیث میں امام زہری کا حصہ

امام زہری عمر بن عبد العزیز کے ہم عصر ہیں، آپ ایک جلیل القدر اور شہرہ آفاق تابعی ہیں ۵۰ھ میں تولد پذیر ہوئے اور ۱۲۴ھ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کردی

اس اثنا میں اکثر صحابہ بقید حیات تھے آپ نے کافی صحابہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے اور آپ کو ہمہ وقت حدیث کی تحریر و تدوین کا فکر دامن گیر رہتا تھا۔

بقول اکثر ائمہ اگر زہری نہ ہوتے تو حدیث کا اکثر حصہ تلف ہو جاتا آپ کو پہلے ہی تدوین حدیث کا شغف تھا کہ عمر بن عبد العزیز کی ترغیب و تشویق اور نامدگی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا

چنانچہ صحیح معنوں میں امام زہری سنے ہی تدوینِ حدیث کا بیڑا اٹھایا اور سر انجام دیا اسی لئے

اول من دون العلم	آپ کو تدوین حدیث کا
وكتبه ابن شهاب	سنگ بنیاد کہا جاتا ہے
الزهری	
جامع بیان العلم ص ۳۸	

دوسری صدی میں تدوین حدیث

اس دور کے بعد متصل ہی تدوین حدیث کا کام مستقل اور نہایت وسیع پیمانے پر شروع ہوگیا۔

چنانچہ منصور عباسی ۱۰۱-۱۵۰ھ نے امام مالک کو کہا کہ میں تو خلافت کے دھندوں میں پھنس چکا ہوں آپ حدیث کو مدون کریں تب امام صاحب نے "مؤطا" مدون کیا۔

مکہ معظمہ میں ابن جریج ۱۵۵ھ اور ابن اسحق ۱۵۱ھ مدینہ منورہ میں سعید بن ابی عروبہ ۱۵۶ھ ربیع بن صبیح ۱۵۶ھ اور امام مالک ۱۷۹ھ بصرہ میں حماد بن مسلم ۱۷۶ھ، کوفہ میں سفیان ثوری ۱۶۱ھ شام میں اوزاعی ۱۵۶ھ واسط میں ہشیم ۱۸۸ھ، خراسان میں عبداللہ بن مبارک ۱۸۱ھ ــــ رے میں جریر بن عبدالحمید ۱۸۸ھ سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ لیث بن سعد ۱۷۵ھ شعبہ بن حجاج ۱۶۰ھ اور محمد بن حسن شیبانی تلمیذ امام اعظم ۱۸۹ھ وغیرہم جیسی القدر ائمہ نے تدوین حدیث میں پورا پورا حصہ لیا اور یمن میں ہمام بن منبہ

بعد ان کے شاگرد رشید، معمر بن راشد ۱۵۳ھ نے حدیث
کے جمع و تدوین کا کام شروع کیا۔
چنانچہ معمر مذکور کی مسند استنبول کے کتب خانہ عمومی میں ناظم
کتب خانہ کے پاس ہے۔ المباحث العلمیہ۔ جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ
آج کل ایڈٹ کر رہے ہیں اور معمر کے شاگرد عبدالرزاق بن ہمام بن
نافع کے "مصنف" کو ڈاکٹر یوسف ایڈٹ کر رہے ہیں۔
بحوالہ مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ
4 مندرجہ بالا بیان سے یہ عیاں ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ سے
ہی تدوین حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا جس کی تکمیل حضرت عمر بن
عبدالعزیز کے ایما سے امام زہری کے ہاتھوں ہوئی۔
غرضیکہ دوسری صدی میں عالم اسلامی کے اکثر و بیشتر شہروں اور
دیہاتوں میں تدوینِ حدیث کا کام نہایت وسیع پیمانے پر ہو رہا تھا۔
جس کو مشاہیر ائمہ سرانجام دے رہے تھے۔
اس دور کا اندازِ تالیف یہ تھا کہ حدیث اور صحابہ و تابعین کے
آثار کو بلا امتیاز یکجا جمع کر دیا جاتا تھا۔
ایک موضوع سے متعلق احادیث کو ایک باب میں جمع کرنے کا
سہرا امام شعبی ۱۰۴ھ کے سر ہے امام موصوف کو پانسو صحابہ سے
لقا اور تلمذ حاصل ہے توجیہ النظر ص ۹ تاریخ صغیر ص ۱۲۱

مسانید کا دور

بعد ازاں مسانید کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس گروہ کے سرخیل

عبداللہ بن موسیٰ کوفی شیخ بخاری، اسد بن موسیٰ، مسعود بن بصری، تمیم بن حماد خزاعی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہ ممتاز ائمہ اور شہرہ آفاق شخصیتیں ہیں۔

ان حضرات نے حدیث کو آثار صحابہ سے الگ کرکے ایک ایک صحابی کی جملہ روایات بلا امتیاز صحیح وسقیم ایک جگہ جمع کر دیں اور اسی کو "مسند" کہتے ہیں۔

اصحابِ صحاحِ ستہ کا دور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح سلسلہ تالیف وتدوین برابر جاری رہا اور تیسری صدی کے آغاز میں ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے ۲۵۶-۱۹۴ھ ایک نیا اسلوب تالیف اختیار کیا کہ محض صحیح احادیث کو "الجامع الصحیح" میں درج فرمایا ضعیف اور متروک حدیثوں کو ترک کر دیا

امام بخاری بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں کتم عدم سے دادئی وجود میں آئے، بچپن سے ہی حدیث سے لگاؤ تھا، ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات نہ صرف ۹ یا گیارہ سال کی عمر میں حدیث کی سماعت شروع کی بلا کا حافظہ تھا، ایام طفولیت ہی میں عبداللہ بن مبارک سے کی جملہ تصانیف حفظ کر لی ہیں ممالک اسلامیہ کے اکثر و بیشتر شہروں میں تعلیم کی خاطر تشریف لے گئے اور ایک ہزار سے متجاوز اساتذہ سے استفادہ کیا، منہ پر سبزہ آنے سے قبل ہی مسند درس پر رونق افروز ہوئے

خود فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں "قضایا صحابہ و تابعین" مدون

کئے روضۂ اطہر کے پاس بیٹھ کر "تاریخ" لکھی۔

نیز سولہ سالہ پیہم سعی و کوشش کے بعد چھ لاکھ حدیث کے کثیر سرمایہ سے صرف تین ہزار حدیث منتخب کی ان کے نزدیک حدیثِ عنعنہ کے "راوی مروی عنہ" یعنی استاذ شاگرد کی ملاقات شرط ہے محض ہم عصری یا خط و کتابت کے ذریعہ تعلیم کافی نہیں۔ اعلی صفات کے حامل رواۃ کی روایات سے بخاری کو مزین کیا۔

فرماتے ہیں کہ ہر حدیث کے انتخاب سے قبل غسل کرکے دو رکعت نماز ادا کی اور مسودہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور منبر کے درمیان "روضۃ من ریاض الجنۃ" میں بیٹھ کر صاف کیا اور براہ راست امام صاحب سے نوّے ہزار طلبہ نے صحیح بخاری پڑھی۔ امت مسلمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بعد از قرآن صحیح بخاری روئے زمین کی اصح ترین کتاب ہے۔

فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں امیر خراسان احمد بن خالد ذہلی سمہ نے آپ کو بخاری سے جلا وطن کر دیا اور عالم غربت میں سمرقند سے کچھ فاصلے پر مقام "خرتنگ" پر ۲۵۶ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

اپنے استاد امام بخاری کے طرز تالیف پر امام مسلم نے صحیح مسلم تالیف کی۔

امام مسلم بن حجاج کنیت ابوالحسین ہے عساکر الدین لقب ۲۰۶ھ

Marfat.com

میں تولد پذیر ہوئے۔ حجاز عراق شام مصر یمن وغیرہ ممالک اسلامیہ کے مختلف امصار کے تعلیمی سفر کئے۔

امام احمد ابن راہویہ بخاری، قعنبی، سعید بن منصور ہشیم وغیرہ اساتذہ فن اور ائمہ حدیث سے علم حاصل کیا۔

بقول محدث ابو زرعہ اور ابو حاتم آپ کو فنِ حدیث کا امام اور مقتدا تسلیم کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ اور یکتائے روزگار آپ کے شاگرد ہیں۔

امام صاحب نے صحیح مسلم کو تین لاکھ حدیثوں سے منتخب کر کے مرتب کیا۔ صحت، حدیث اور شروط روات کے لحاظ سے صحیح مسلم کا درجہ بخاری کے بعد ہے، مگر بعض مغاربہ صحیح مسلم کو صحت کا درجہ دیتے ہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور خیریت دریافت کی تو آپ نے فرمایا جنت مجھ پر مباح ہے جہاں چاہتا ہوں جاتا ہوں۔ ایک دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا باعث نجات کیا ہوا؟ جواب دیا کہ صحیح مسلم کی بدولت۔

یکشنبہ ۲۴ رجب ۲۶۱ھ پچپن سال کی عمر میں وفات پائی

انا للہ وانا الیہ راجعون

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۰۲ھ نے سنن ابی داؤد

تالیف فرمائی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۰۲ھ میں تولد پذیر ہوئے، تحصیلِ علم کی خاطر خراساں شام حجاز وغیرہ امصار کو چھان مارا امام بخاری امام مسلم امام احمد، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید وغیرہ لاتعداد اساتذہ سے استفادہ حاصل کیا۔ علوم پر بے حد دسترس تھی

حافظ موسیٰ بن ھارون کہتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کی خاطر اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا ہوئے ہیں، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد کیلئے حدیث اس قدر سہل تھی جس قدر حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا۔

پانچ لاکھ حدیث کے خطیر سرمایہ سے سنن ابی داؤد کا انتخاب و التقاط، لاکھ نہیں دو لاکھ نہیں صرف چار ہزار آٹھ سو حدیث کی صحت اور درستگی کا بے حد خیال، قدم قدم پہ احتیاط، متروک حدیث سے قطعاً اجتناب۔

بعد از تصنیف امام احمد کی خدمت میں پیش کیا، تحسین کی اور داد دی حسن بن محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم خواب میں دیکھا فرماتے ہیں، علم حدیث کے حصول کی خاطر سنن ابی داؤد پڑھو۔ ابن اعرابی کہتے ہیں کہ دینیات میں قرآن اور سنن ابی داؤد بس کافی شافی ہے۔

امام صاحب کے خادم ابوبکر بن جابر کہتے ہیں، بعد از مغرب، کواڑ پر دھپ دھپ کی آواز سنائی دی، کھولا تو امیر ابواحمد الموفق ۲۷۲ھ

بغرض ملاقات
بغرضِ ملاقات موجود ہیں، امام صاحب نے اجازت فرمادی، سلام کیا اور بیٹھ گئے۔

امام صاحب نے کہا خلافِ معمول تشریف آوری؟ کہا محض تین تین باتوں کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔

(۱) بصرہ کو شرفِ اقامت بخشیں
(۲) ہمارے بچوں کو سنن ابی داؤد کی تعلیم دیں
(۳) اور تعلیم کا عوام سے علیحدہ انتظام فرما دیں۔

آپ نے فرمایا تیسری بات ناقابل قبول ہے، تعلیم کے باب میں امیر و غریب سب برابر کے شریک و سہیم ہیں۔

پھر آپ نے بصرہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں بروز جمعہ ۱۵ شوال ۲۷۵ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حدیث کے کثیر سرمایہ میں سے ذی فہم انسان کے لئے صرف چار حدیثیں کافی ہیں جو شخص ان کو اصول زندگی تسلیم کرے گا، وہ دین و دنیا دونوں میں کامیاب و کامران ہو گا۔

(۱) "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"، کہ اعمال نیت پر موقوف ہیں عبادات کے باب میں یہ حدیث اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ۔ اسلام کی حسن و خوبی بے فائدہ باتوں کے ترک کرنے میں ہے

(۳) لایکون المؤمن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضاہ لنفسہ
کوئی مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہے تا وقتیکہ اپنے مسلم بھائی کی رضا و پسند کو اپنی رضا و پسند پر ترجیح نہ دے۔

Marfat.com

(۴) ؛ الحلال بیّن والحرام بیّن وبینہما ذالک مشتبہات فمن اتّقی الشبہات استبرأ لدینہ

حلال اور حرام دونوں واضح امر ہیں اور اسکے درمیان مشتبہ اشیا ہیں مشتبہات کے اجتناب میں دین کی سلامتی ہے

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد بن عیسٰی بن سورۃ، کنیت ابو عیسٰی، دریائے جیحوں کے ساحلی علاقہ ترمذ شہر کے قریب "بوغ" گاؤں میں ۲۰۹ھ میں منصہ شہود پر آئے، ان کے جد امجد "لیث بن سیار" کے عہد حکومت میں "مرو" سے منتقل ہو کر "بوغ" میں آباد ہو گئے تھے۔

خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام وغیرہ ممالک میں قتیبہ بن سعید ابو مصعب، ابراہیم بن عبداللہ ہروی، اسماعیل بن موسٰی سدّی سوید بن نصر بخاری مسلم ایسے مشاہیر ائمہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ حافظہ ضرب المثل تھا، چالیس چالیس احادیث صرف ایک دفعہ ہی سن کر یاد کر لیا کرتے تھے۔

زہد و تقوٰی اور خوف خدا میں اپنی نظیر آپ تھے، خشیت الٰہی کی وجہ سے روتے روتے بینائی سے محروم ہو گئے۔

جامع ترمذی کے علاوہ کتاب العلل، تفسیر، تاریخ، زہد، الاسماء والکنٰی اور شمائل تصنیف کی، شمائل کے متعلق شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں "خواندن آں برائے مہمات مجرب الکابر است"

امام صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جامع ترمذی عراق و حجاز شام و خراسان کے علما کے سامنے پیش کی نہایت تعریف کی اور سب نے کہا کہ جس گھر میں جامع ترمذی موجود ہو گویا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصروف گفتگو ہیں

گفتگو ہے۔

بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ "ایں جامع بہترین کتب است بلکہ بعضے وجوہ وحیثیات از جمیع کتب حدیث خوب تر واقع شدہ

اول :- از جہت ترتیب و عدم تکرار

دوم ذکر مذاہب فقہا وجوہ استدلال ہر ایک از اہل مذہب

سوم :- بیان انواع حدیث از صحیح وحسن وضعیف و غریب ومعلل بعلل

چہارم :- بیان اسمائے رواۃ والقاب وکنیت ہائے آنہا ودیگر فوائد متعلقہ رجال"

امام صاحب نے ۲۷۹ھ میں ستر سال کی عمر میں رحلت فرمائی

امام نسائی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد بن شعیب نسائی ۲۱۵ھ میں خراسان کے شہر نسا میں تولد پذیر ہوئے، ممالک اسلامیہ کے اکثر وبیشتر شہروں میں تحصیل علم کی خاطر گھومے ابن راہویہ، قتیبہ محمود بن غیلان امام ابوداؤد، امام احمد امام بخاری وغیرہ مشاہیر ائمہ سے علم حاصل کیا۔

آپ نے پہلے "سنن کبریٰ" کے نام سے حدیث کی ایک کتاب تالیف فرمائی، بعدہ امیر خراسان کے اشارے سے اختصار کر کے "المجتبیٰ" نام رکھا، تاج سبکی کہتے ہیں کہ آپ یگانے روزگار اور امام مسلم سے زیادہ احفظ تھے۔

Marfat.com

امام صاحب خوش لباس اور خوش خوراک تھے صوم داؤدی کے عادی تھے مجالس اُمراء سے اجتناب کرتے تھے۔

بعد ازیں مصر میں سکونت اختیار کر لی ۳۰۲ھ میں بغرض حج روانہ ہوئے دمشق پہونچے تو وہاں کے لوگوں کو "بغض علی" میں مبتلا پایا۔ فضائل علیؓ سے متعلق کتاب "الخصائص" لکھی لوگوں نے دیگر صحابہ کرام کے فضائل و مناقب لکھنے کی درخواست کی تو آپ نے فضائلِ صحابہؓ تحریر کئے، لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ امیر معاویہؓ کے فضائل کیوں نہیں بیان کرتے تو آپ نے کہا

"کفی لمعاویہ ان ینجو راساً براس"

لوگوں نے شیعہ سمجھ کر زدوکوب کیا۔ پھر آپ نے کہا مجھے مکہ معظمہ پہونچا دیجئے۔

آپ نے مکہ معظمہ میں ۳۰۳ھ میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوین ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر، رے وغیرہ مختلف شہروں میں تحصیل علم کے لئے حاضر ہوئے، جلیل القدر شیوخ سے استفادہ کیا جملہ علوم پر پوری دسترس تھی قرآن پاک کی تفسیر، ایک عمدہ تاریخ، اور سنن تالیف فرمائی۔

"سنن ابن ماجہ" چار ہزار حدیث پر مشتمل ہے، بقول محدث ابو زرعہ ضعیف اور کمزور احادیث ۳۰ سے بھی کم ہیں، میسرہ کی روایت فضیلت قزوین سے متعلق منکر ہے قزوین عراق عجم کا مشہور و معروف شہر ہے۔

یک شنبہ ۲۲ رمضان ۲۷۳ھ میں ۶۴ سال کی عمر میں وصال

Marfat.com

ہوا، ان کے بھائی ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بحمد اللہ تیسری صدی میں حدیث کی تحریر و تدوین کا کٹھن کام ان پاک ہاتھوں سے مکمل ہوا اور حدیث کا ذخیرہ حوادثات روزگار سے محفوظ ہوگیا۔

احادیث کا وہ ذخیرہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک یا صحابہؓ کرام کے زمانہ میں قلم بند ہوا ہے، ہم اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اول مکاتیب نبوی'' دوم'' احادیث نبوی ''مکاتیب نبوی'' دو صد سے زائد'' جمع کر چکا ہوں مزید تلاش و جستجو جاری ہے ارادہ ہے کہ مکاتیب نبوی مستقل الگ شائع ہوں

اب ذیل میں ہم صرف صحابہ کرام اور تابعین کی ''تدوین حدیث'' سے متعلق مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تاکہ منکرین حدیث کا یہ دجل و فریب طشت از بام ہو جائے'' کہ تدوین حدیث کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹۰ سال بعد شروع ہوا، اور حدیث صرف امویوں اور عباسیوں کی پیداوار ہے لہٰذا یہ سارا سرمایہ حدیث کذب و افترا سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر اور تدوین حدیث

حضرت عبد اللہ زمانہ بعثت نبوی کے دوسرے سال تولد پذیر ہوئے اور قریباً پانچ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام کے سایہ میں نشوونما پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت دائمی حاضر باشی، سفر و حضر کی ہم رکابی اور فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اس پر مستزاد، اس لئے وہ جلد ہی خلق نبوی کا کامل نمونہ بن گئے اور اس قدر گہرا اثر تھا کہ ہر ادا سے نشانِ نبوی آشکارا ہوتی۔ اور خود زبانِ رسالت نے ان کو "رجل صالح" کے لقب سے نوازا۔

آپ کو تلاوت قرآن پاک سے غیر معمولی شغف تھا ہر آیت پر پورا فکر و تدبر کرتے صرف سورہ بقرہ پر چودہ برس صرف کر دیئے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" سے متعلق دریافت کیا کہ بتاؤ کون سا درخت مراد ہے صحابہ خاموش رہے کسی نے جواب نہیں دیا تو آپؐ نے فرمایا کھجور کا درخت مراد ہے جو سدا بہار رہتا ہے

حضرت ابن عمر کہتے ہیں یہ جواب میری سمجھ میں آگیا تھا مگر فرط ادب سے خاموش رہا اور آپ کو حدیث کی تلاش و جستجو کا اس قدر شوق تھا کہ غیر حاضری کے دوران کے فرامین و ارشادات حاضرین مجلس سے پوچھ کر یاد کرتے تھے اور بعض اوقات خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت

کر لیتے تھے اور حدیث کے الفاظ میں سرمو تفاوت کے قائل نہیں تھے
ملاحظہ ہو ص ۳۲

آپ کی روایات کی تعداد "سولہ سو تیس" ہے ایک سو ستر متفق علیہ اور
۸۱ میں بخاری اور ۱۲ میں مسلم منفرد ہیں،

غرضیکہ آپ علم حدیث کے بحر بے پایاں علم و عمل کے مجمع البحرین
اور علمائے مدینہ کے زمرہ میں ان کا شمار تھا، ہزاروں تشنگان علوم
نے اپنی تشنگی بجھائی اور حدیث کا معتد بہ ذخیرہ کی اشاعت کی، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے علمی مشغلے کے علاوہ کوئی
عہدہ اور منصب قبول نہیں کیا۔

فیاضی اور سخاوت کا مجسمہ تھے ایک ایک نشست میں ہزاروں روپیہ
خیرات کر دیتے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے خیرات کے علاوہ
آپ نے ایک ہزار تک غلام آزاد کئے ہیں۔

آپ کی ذات ستودہ صفات اوصاف نبوی کی زندہ تصویر تھی چند
گھنٹوں کی صحبت برسوں کی درس و تدریس کے برابر تھی مشکل مسائل میں
اکابر علما آپ کی طرف رجوع کرتے تھے امام زہری فرمایا کرتے تھے،
ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال بقید حیات رہے
تمام عمر تعلیم میں صرف کر دی ان سے قریباً کوئی حدیث مخفی نہ تھی اور
امام زہری ان کی رائے اور قول کے بعد کسی دوسری رائے کو در خور اعتنا
نہ سمجھتے تھے۔

ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں جان نثاری کے شوق سے شرکت
کی درخواست کی لیکن بچپن کی وجہ سے پذیرائی نہ ہو سکی، بعد ازاں غزدہ

خندق میں اجازت مل گئی اور اس کے بعد جملہ غزوات میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور عمرؓ نے مجلس شوریٰ برائے انتخاب خلیفہؓ کا ایک رکن نامزد کیا۔ حضرت عثمانؓ نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے معذوری کا اظہار کیا۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی خانہ جنگی میں الگ تھلگ رہے، البتہ حضرت علی کی مشروط بیعت کر لی تھی۔ اور ان کے بعد امیر معاویہؓ کی خلافت و امارت تسلیم کر لی اور بعد میں امیر معاویہ نے یزید کی بیعت کے سلسلہ میں عمرو بن عاص کو کثیر رقم دے کر بھیجا تو آپ نے کثیر رقم دیکھکر اس کو کھڑے کھڑے نکال دیا اور بعد میں اختلافات سے بچنے کے لئے یزید کی بیعت کی اور فرمایا کہ اگر یہ بہتر ہے تو ہم راضی ورنہ ہم نے صبر کیا۔

اس کے بعد عبدالملک کی بیعت کی۔ عبدالملک ان کا بہت احترام کرتے اور مذہبی معاملات میں ہمیشہ ان کی اقتدا کرتے۔

۷۳ھ میں تراسی سال کی عمر میں اس طرح وفات پائی کہ ایام حج میں کسی شخص کے زہر آلود نیزے کی نوک آپ کے پاؤں میں چبھ گئی اور زہر کے جسم میں سرایت کرنے کی وجہ سے فوت ہوگئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کہتے ہیں کہ نیزے کا چبھ جانا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا۔ بلکہ حجاج کے اشارے سے زخمی کئے گئے اور حجاج کو اس وجہ سے پرخاش تھی۔ کہ ابن عمر اس کا محاسبہ کرتے اور برملا اس کی بدکرداریوں کو چیلنج کرتے وہ اعلانیہ تو انتقام نہیں لے سکتا تھا۔ چنانچہ انتقام کے لئے یہ تدبیر سوچی۔

اور جب حجاج بیمار پرسی کے لئے آیا اس نے کہا کہ کاش مجھے مجرم کا پتہ چل جاتا. تو آپ نے فرمایا یہ سب کچھ تم نے ہی تو کیا ہے. اور پھر کہتے ہو اصل مجرم کا پتہ چل جاتا، حجاج یہ جواب سن کر خاموش ہو گیا چند دن بیمار رہنے کے بعد اسی زہر کی وجہ سے شہید ہوئے "ہمیشہ رہے نام اللہ کا"

استیعاب، تذکرہ، تہذیب، اصابہ وغیرہ

حضرت نافع کا تدوین حدیث میں حصہ

حضرت نافع، عبداللہ بن عمر کے غلام تھے، ابن جعفر دس ہزار میں خریدنے کو تیار تھے پر آپ نے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔

ابو عبداللہ نافع اپنے آقا عبداللہ بن عمر، رافع بن خدیج ابو سعید خدری ابو ہریرہ وغیرہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں، عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو دینیات اور حدیث کی تعلیم کے لئے مصر میں تعین کیا تھا

امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام مالک کی جو مرویات "نافع عن ابن عمر" کے سلسلۂ سند سے آتی ہیں، وہ سلسلۂ سند نہایت صحیح "اصح الاسانید" اور سونے کی زنجیر "سلسلۃ الذہب" ہے. آپ نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی. حضرت نافع اپنے آقا ابن عمر سے ایک مجموعۂ حدیث بیان کرتے ہیں کفایہ صد ۲۱۴

سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ نافع حدیثیں بولتے جاتے تھے، اور لوگ لکھتے جاتے تھے، دارمی جلد اول صد ۱۲۹

نافع کے صاحبزادے عبداللہ بھی ان سے ایک مجموعۂ حدیث بیان

Marfat.com

کرتے ہیں۔

ابو حاتم کہتے ہیں ان کا حافظہ تو اتنا اچھا نہیں تھا، مگر ان کی کتاب بہت درست تھی، بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی کتاب نہایت درست تھی ابن حبان کہتے ہیں کان صحیح الکتاب۔ تہذیب ۵/۱۵ اور عبداللہ نے ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

محمد بن عبدالرحمان نزیل مصر ۔ھ حضرت نافع مولی ابن عمر سے ایک بہترین نسخہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ "تہذیب جلد ۹ ص۳" اور محمد بن عبدالرحمان سے لیث بن سعد ۹۴ ۔ ۱۷۵ھ ساٹھ حدیثیں بیان کرتے ہیں" تہذیب جلد ۹ ص۲ نیز عبید اللہ بن ابی جعفر ۶۰ ۔ ۱۲۰ھ سے بھی حدیث کے متعدد نسخے بیان کرتے ہیں۔ کفایہ بغدادی ص ۳۲۱

حنظلہ بن ابی سفیان جمحی مکی ۱۵۱ھ نافع اور دیگر تابعین سے روایت کرتے ہیں، یحیٰی بن سعید کہتے ہیں کہ ان کے پاس ایک کتاب تھی تہذیب ۶۱/۳

مقاتل بن سلیمان ۱۵۰ھ صاحب تفسیر اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ . . . . بھی نافع سے روایت کرتے ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں، "مَنْ اَرَادَ الفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَنْ اَرَادَ التَّفْسِيْرَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلٰى مُقَاتِلِ بْنِ سُلَيْمَان" سفیان بن عینہ کے پاس ان کی تفسیر تھی جو انہوں نے ضحاک بن مزاحم کے عہد میں تالیف کی تھی۔ مگر اس کی سند نہیں ہے تہذیبہ تذکرۃ

ایوب بن ابی تیمیہ سختیانی ۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی امام مالک فرماتے ہیں نہایت کامل عالم اور متقی تھے ان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ اکرام و اجلال تھا۔ بدیں وجہ

ہیں نے ان سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ۳۹۸/۱ تہذیب

ایوب کہتے ہیں کہ نافع نے مجھے لکھا کہ ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو اٹھا کر اس جگہ پر نہ بیٹھے۔ دارمی ص ۱۲۹

موسیٰ بن عقبہؒ

موسیٰ بن عقبہ اسدی تابعی ۵۵ھ-۱۴۱ھ نافع مولیٰ ابن عمر زہری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں خاندانِ زبیر کے غلام تھے امام مالک کے استاذ تھے اور امام مالک ان کے بے حد مداح تھے مغازی کے باب میں آپ کو حجت تسلیم کیا گیا ہے کہ جس صحابی کا نام غزوہ بدر کے سلسلہ میں ان کی کتاب میں موجود ہے وہ بدری ہے اور جس کا نہیں وہ بدری نہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ موسیٰ زہری سے بھی ایک نہایت عمدہ نسخۂ حدیث روایت کرتے ہیں۔ تہذیب جلد دہم ۳۶۱

موسیٰ بن عقبہ عبید اللہ بن عمر عمری وفات ۱۴۷ھ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ کے پاس نافع کی حدیثیں ہیں، پھر انہوں نے احادیث کا ایک پلندہ نکال کر مجھے دے دیا۔ کفایہ ص ۲۶۶

عبید اللہ بن عمر کی وفات کے بعد عمرو بن قسط نے ان کے گھر سے کتابیں منگوائی تھیں۔ تہذیب جلد ہ ص ۹۱

جمیل بن زید طائی کہتے ہیں۔ کہ جب میں نے حج ادا کیا تو مجھے کسی دوست نے کہا کہ ابن عمر کی احادیث قلم بند کرو۔ مدینہ آیا اور ان کی جملہ احادیث تحریر کرلیں۔ میزان ذہبی ۱۹۷ تہذیب دوم ص ۱۱۴

عبید اللہ بن عمر ۶۸ھ فارس میں امیر حرب تھے آپ نے عبد اللہ بن عمر کو تحریر کیا کہ ہم یہاں عرصہ سات سال سے بال بچوں سمیت مقیم ہیں دشمن سے خوف کا سوال ہی نہیں، فرمائیے ہم نماز قصر کریں یا اتمام، تو آپ نے لکھا کہ قصر کرو۔ اصابہ جلد دوم ص ۴۲۳

عبد العزیز بن مروان ۸۵ھ نے حضرت ابن عمر کو کہہ بھیجا کہ کوئی ضرورت ہو تو یاد فرمادیں، حضرت عمر نے تحریری جواب ارسال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دستِ بالا۔ دستِ زیریں سے بہتر ہے پہلے خویش و اقربا کا حق ادا کرو۔ بحمد اللہ مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ البدایہ جلد نہم ص۵

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے ایک شامی دوست تھے جن سے آپ کی برابر خط و کتابت رہتی تھی، ایک مرتبہ آپ نے لکھا کہ "قدر" سے متعلق تمہارا عقیدہ درست نہیں۔ لہذا آپ مجھے خط لکھنے کی زحمت گوارا نہ کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "افسوس!! میری امت میں "تقدیر" کی تکذیب کرنے والے ہوں گے،

مسند احمد حدیث نمبر ۵۶۳۹

ابن عون المتوفی ۱۵۱ھ

عبد اللہ بن عون ۱۵۱ھ ایک جلیل القدر امام ہیں نافع سعید بن جبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ عراق میں آپ کی حیثیت مسلم تھی نہایت پرہیزگار اور متقی انسان تھے۔

ابن عون کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت نافع کو لکھا کہ کیا جنگ سے

قبل دعوت اسلام دی جائے؟ حضرت نافع نے جواب دیا کہ یہ طریقہ آغاز اسلام میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر بلا اطلاع حملہ کر دیا تھا۔ مسند احمد

ابن عون بواسطہ نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا کہ "مُحرِم" کا لباس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، قمیص، دستار، کلاہ، شلوار اور موزے نہ زیب تن کرے۔ الا یہ کہ جوتے نہ ہوں تو موزے ٹخنوں سے کاٹ کر پہن سکتا ہے۔ اور "ورس" میں رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ نافع کی کتاب میں "مسہ ورس" ہیں۔

مسند احمد حدیث نمبر ۴۸۲۵

ابن عون کہتے ہیں کہ نافع نے مجھے حدیث وقف میں "غیر متمول مالاً" بتایا۔ ابن سیرین اسی حدیث میں "غیر متاثل" کہا۔ کسی اور صاحب نے "سرخ چمڑے کے ٹکڑے" سے "غیر متاثل مالاً" پڑھکر سنایا۔

اسماعیل بن علیہ ۱۹۳ھ تلمیذ ابن عون ۱۵۱ھ کہتے ہیں کہ میں نے خود عبید اللہ بن عمر ۱۴۷ھ کے پاس "غیر متاثل مالاً" لکھا ہوا پڑھا

عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد ۲۰۶ھ کی کتب حدیث سے اسماعیل بن علیہ نے اپنی کتابوں کا مقابلہ کیا تھا۔ ترمذی باب ما جاء فی الوقف لا نکاح .. الا بولی

دین پرویزی

اس قدر تلاش و جستجو تحقیق و تدقیق کے باوصف بھی کیا

Marfat.com

سرمایہ حدیث محفوظ و مصئون نہ رہ سکا؟ ادیان عالم اور ان کی سرگذشت شاہد ہے کہ دنیا میں آج تک کسی فن اور علم میں اس قدر احتیاط نہیں برتا گیا، اسی وجہ سے تا حال دنیا پر جاری و ساری ہے، اسلام پر متعدد فتنے اور پر آشوب دور گذرے، ہر فتنہ دب گیا بلکہ مٹ گیا۔ اور اسلام اپنی پوری شان و شوکت سے موجود و باقی رہا۔

تجربہ شاہد ہے کہ "دین پرویزی" میں سوائے سلبی پہلو اور تخریبی کاروائی کے اور دھرا ہی کیا ہے کہ جملہ اسلامی اصولوں کو ایک ایک کر کے انکار وجود کی نذر کر دیا جائے اسلامی پابندیوں اور اسلام کے سنہری اصولوں سے نفس کو آزاد اور شتر بے مہار کر دیا جائے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ

جابر بن عبداللہ بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے بدر اور احد کے ما سوا تمام غزوات میں شریک رہے، جنگ احد میں ان کے والد ماجد شہید ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس دفعہ ان کے لئے دعاء مغفرت کی، جلیل القدر فقیہ تھے حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے اور تدوین حدیث کے اس قدر شائق تھے کہ صرف ایک حدیث کی خاطر مسلسل ایک ماہ کا سفر کر کے عبداللہ بن انیسؓ کے پاس شام میں پہونچے۔

مدینہ منورہ کے مفتی تھے۔ ۹۴ سال کی عمر میں ۷۸ھ میں وفات پائی آپ سے ۱۵۴۰ حدیثیں مروی ہیں ۶۰ متفق علیہ ۶۰ صرف بخاری میں اور ۱۲۶ مسلم میں باقی دیگر کتب میں۔ (عنوان النجابۃ، تہذیب ۴۲ تذکرہ ۴۳)

Marfat.com

عبداللہ بن محمد بن عقیل سنہ ھ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احادیث تحریر کیا کرتے تھے

جلد دوم ص ۳۸۴

زہیر بن محمد تمیمی سنہ ۱۶۲ھ عبداللہ بن محمد بن عقیل وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو حدیث وہ اپنی کتابوں سے بیان کریں وہ نہایت درست ہوتی ہے۔ تہذیب

حضرت جابر کی روایات کا مجموعہ وہب تابعی نے تیار کیا تھا

تہذیب جلد اول ص ۲۱۶

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ "ابو سفیان عن جابر" کے سلسلہ سند سے جو حدیثیں ہیں وہ ایک صحیفہ ہے کفایہ صفحہ ۲۸ تہذیب جلد نہم ص ۲۷

سلیمان بن قیس یشکری سنہ ۱۰ھ نے حضرت جابر کی روایات کا ایک صحیفہ مرتب کیا تھا۔ تہذیب جلد چہارم ص ۲۱

قتادہ بن دعامہ ابو بشر اور جعد ابو عثمان سلیمان بن قیس کی کتاب روایات کرتے ہیں تاریخ صغیر ص ۹۳

بقول سلیمان تیمی سنہ ۱۶۳ھ یہی صحیفہ حسن بصری اور قتادہ بن دعامہ سنہ ۱۱۷ھ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کو روایات کیا بلکہ قتادہ نے ایک ہی دفعہ سن کر حفظ کر لیا۔ ترمذی باب ما جاء فی ارض المشترک یرید بعضهم ص ۱۶۷

"حسن عن جابر" کے سلسلہ سند سے جو روایات ہیں وہ ایک کتاب ہے۔ تہذیب جلد دوم ص ۲۶۷

Marfat.com

حسن بصری ؒ

نام حسن کنیت ابو سعید، والد کا نام ابوالحسن یسار، حضرت بن عبداللہ کے غلام تھے ـــ والدہ کا نام "خیرہ" حضرت ام سلمہ ام المؤمنین کی خادمہ اور غلام تھیں۔

آپ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے" حضرت عمر نے دعا کی اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَحَبِّبْہُ اِلَی النَّاسِ، اور گھٹی دی آپ کا زہد و تقوٰی اور علم و فضل ضرب المثل تھا۔

حضرت حسن کی والدہ کو کسی کام کاج میں دیر لگ جاتی اور وہ بلکنے لگتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنی خشک چھاتی سے بہلاتی" خدا کی قدرت سے چھاتی میں دودھ آجاتا اور آپ چوس لیتے

مورخین کا خیال ہے کہ حسن بصری کا علم و فضل اور زہد و تقوٰی خاندان نبوت کی رضاعت کی برکت کا ثمرہ ہے۔

حضرت انس صحابی کہتے ہیں کہ ہمیں حسن بصری پر رشک آتا ہے اور آپ نہایت پر شکوہ اور بارعب تھے اور اپنے عہد کے فقیہ شمار کئے جاتے تھے۔ مکہ معظمہ تشریف لائے جلیل القدر علما اور عوام جمع ہوئے آپ نے ان کو حدیث سنائی۔

آپ نے ۱۲۵ صحابہ کرام کو دیکھا اور ۷۰ بدریوں کے پیچھے نماز پڑھی

البدایہ تاریخ صغیر ص۱۱۸

حسن بصری کے پاس کتاب الاخلاص" تھی آپ وہ روایت کیا کرتے تھے

تاریخ خطیب جلد ۵ ص۱۳۸

Marfat.com

حمید طویل سنہ ۱۴۲۰۶۷ھ سے حضرت حسن بصری سے کتابیں مستعار لیں نقل کر کے واپس لوٹا دیں۔ تہذیب۔ جلد سوم ص ۳۹

عوف اعرابی سنہ ھ کہتے ہیں کہ کسی صاحب نے حسن بصری سے عرض کیا کہ میرے پاس آپ کی کتاب ہے، کیا میں روایت کر سکتا ہوں تو آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ کتاب العلل ترمذی جلد دوم ص ۲۳۹

حسن بصری کی ایک کتاب حفص بن سلیمان منقری سنہ ۱۳۰ھ کے پاس تھی۔ تہذیب جلد ۱۱ ص ۳۹

معاویہ بن عبد الکریم سنہ ۱۸۰ھ حسن بصری اور عطاء وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان کے پاس بھی حضرت حسن کا ایک مجموعۂ حدیث تھا۔ تہذیب جلد دہم ص ۲۱۴

شیبان بن عبد الرحمان تمیمی سنہ ۱۶۴ھ حسن بصری ابن ابی کثیر منصور وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے "تلامذہ" میں سے جلیل القدر ائمہ ابن قدامہ امام ابو حنیفہ ابو داؤد طیالسی وغیرہ ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ہشام حافظ ہیں اور شیبان صاحب کتاب، امام ترمذی کہتے ہیں کہ شیبان صاحب کتاب اور ثقہ ہیں۔ تہذیب جلد چہارم ص ۲۷۳

جریر بن حازم سنہ ۱۷۰ھ حسن بصری ابن سیرین قتادہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ جریر اور ہشام دستوائی سے زیادہ احفظ کسی کو نہیں پایا۔ ابن معین فرماتے ہیں کہ جریر "ابن ابی ہلال" سے زیادہ ثقہ اور صاحب کتاب ہیں۔

صحیفۂ عبد اللہ بن عمرو بن عاص

عبد اللہ بن عمرو بن عاص دونوں باپ بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بیٹا باپ سے قبل صلح حدیبیہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے عبد اللہ اکثر بارگاہ رسالت میں حاضر رہتے تھے اور باقی وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے آپکو قرآن پاک میں مہارت تامہ حاصل تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں ان کا نام سب سے قبل لیا ہے۔ اور آپ "العالم الربانی" کے لقب سے مشہور تھے۔ مال و دولت بھی وافر تھا کافی حشم و خدم کے مالک تھے۔ جنگ حنین میں آئے مگر لڑائی میں حصّہ نہیں لیا۔ آپ نے ۶۵ھ میں فسطاط "مصر" میں وفات پائی، تہذیب تذکرہ۔

عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات حفظ کرنے کے لئے لکھ لیتا تھا مجھے بعض قریشیوں نے روک دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی غصّہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اور تم سب کچھ لکھ لیتے ہو چنانچہ اس بنا پر لکھنا ترک کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

"اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقٌّ"

لکھا کرو اس سے حق ہی نکلتا ہے۔

جامع بیان العلم ص ۳۶

ان کے اس مجموعۂ حدیث کا نام "صادقہ" تھا۔ فرمایا کرتے تھے
کہ مجھے اپنی زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر دی ہے جن
میں ایک صحیفہ صادقہ ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سن کر لکھا ہے دوسرا وہط کا رقبہ ہے جو عمرو بن عاص نے
وقف کیا تھا۔ اور میں اس کا منتظم ہوں۔

جامع بیان العلم لابن عبد البر ص ۶

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے۔ (معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ
اور صحابہ کرام بھی لکھتے ہوں گے) کہ آپ سے دریافت کیا گیا۔ روم
اور قسطنطنیہ دونوں میں کون سا پہلے فتح ہوگا۔

راشد حبرانی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناؤ تو انہوں نے مجھے
ایک صحیفہ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن
کر لکھا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ ہم صبح اور شام
کے وقت کونسی دعا پڑھیں۔ . . . . آپ نے فرمایا۔
اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ — مقدمہ تحفہ

مجاہد ۲۱ — ۱۰۳ھ" کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر کے
پاس ایک کتاب رکھی ہوئی دیکھی دریافت کیا کہ یہ کیا ہے فرمایا کہ یہ صادقہ
جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو کا یہ صحیفہ ان کے پر پوتے عمرو بن شعیب بن محمد
بن عبد اللہ کے پاس موجود تھا یحییٰ بن سعید ۱۹۸ھ ان کو اس وجہ سے

ضعیف سمجھتے تھے کہ وہ اپنے دادا کی کتاب دیکھ کر روایت کرتے ہیں یعنی خود حافظ نہیں ہیں۔ دیگر شعیب والد عمرو کا سماع عبداللہ بن عمر سے ثابت نہیں لیکن امام احمد اسحاق بن راہویہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ شعیب کا سماع ان کے دادا عبداللہ سے ثابت ہے اور وہ قابل حجت اور ثقہ ہیں" ترمذی" تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ عمرو تک سند درست ہو تو یہ مطلقاً قابلِ حجت ہے بقول ابن الصلاح اکثر محدثین کا یہی مسلک ہے۔ تہذیب جلد ۸ ص۵۲ پر ہے کہ امام احمد ابن مدینی ابن راہویہ اور دیگر محدثین عمرو بن شعیب کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور کسی نے ترک نہیں کیا۔

نوٹ:۔ معلوم ہوا کہ تحریر متقدمین کے نزدیک عیب سمجھی جاتی تھی اور صرف تحریر ہی کی وجہ سے راوی کا حافظہ مشکوک سمجھا جاتا تھا

"شعیب بن محمد بن عبداللہ تابعی ہیں کمسنی ہی میں ان کے والد محمد کا انتقال ہو گیا تھا۔ دادا نے پرورش کی اور تعلیم و تربیت دی" جدا مجد کے علاوہ ابن عباس ابن عمر اور عبادہ بن صامت سے روایت کرتے ہیں۔ نہایت ثقہ ہیں اور ــــــھ میں وفات پائی اور ان کے صاحبزادے عمرو بن شعیب بھی تابعی ہیں بیس سے زائد تابعیوں نے ان سے روایت کی ہے عمرو بن شعیب نے ۱۱۸ھ میں وفات پائی

تہذیب بخاری حصہ دوم ص۲ جلد ہشتم ص۵۳

عبداللہ بن عمرو کی مرویات کی تعداد ۷۰۰ ہے ۱۷ متفق علیہ ۸ صرف بخاری میں اور ۲۰ مسلم میں امام احمد نے اپنی مسند میں ان کی احادیث کو ایک سو تیس صفحہ میں پھیلایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا

Marfat.com

ہے کہ جو احادیث "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" کے سلسلہ سند سے مروی ہیں وہ سب صحیفہ صادقہ ہیں تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ کے علاوہ مجھ سے زیادہ کسی کو حدیث یاد نہیں کیوں کہ وہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے لکھتے جاتے تھے۔ اور میں لکھتا نہ تھا۔ بایں ہمہ کتب حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات "۵۳۷۴" حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات "۷۰۰" سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ عنفوان شباب سے تعلیم و تعلم سے کم لگاؤ تھا۔ یہ وہی عبداللہ بن عمروؓ ہیں جن کی راہبانہ زندگی کی شکایت ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پاس کی تھی تو آپ نے بلا کر فہمائش کی کہ عبداللہ روزے رکھو نماز پڑھو اور آرام کرو نیز بیوی بچوں کا حق بھی ادا کرو یہی میرا طریقہ ہے جو میرے طریقے سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

دیگر حضرت عبداللہ بن عمروؓ مصر و طائف میں اکثر مقیم رہے جہاں بنسبت مدینہ منورہ کے طلبہ کا کم ورود تھا۔ بدیں وجہ ان سے روایت بہت کم ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ تا دم زندگی درس و تدریس میں منہمک رہے ان سے قریباً آٹھ سو تابعیوں نے روایت کی ہے نیز ان کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ اور تدوین حدیث

حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمان ایک کثیر الروایت صحابی ہیں ۳۰ سال کی عمر میں غزوۂ خیبر کے زمانہ ۶ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل مقرر رہے۔ زندگی کا اکثر وبیشتر حصہ اشاعت حدیث میں گزارا قریباً آٹھ سو تابعی آپ سے فیض یاب ہوئے ۵۷ھ میں مقام عقیق میں فوت ہوئے اور اٹھائیس صحابہ نے آپ سے روایت کی۔ ابن حزم بیان کرتے ہیں کہ تقی بن مخلد نے اپنی مسند میں ان کی مرویات پانچ ہزار آٹھ سو سے زائد بیان کی ہیں۔

آپ سب کاروبار ترک کر کے آستانہ نبوت پر برابر حاضر رہتے مگر سوء حفظ سے حدیثیں یاد نہ رہتیں۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوء حفظ کی شکایت کی آپ نے معجزانہ طرز پر علاج فرمایا حافظہ اس قدر تیز ہو گیا کہ جو بات ایک دفعہ کان میں پڑ گئی بس ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی۔ عنوان النجابہ وغیرہ۔

(۱) بشیر بن نہیک تابعی کا حضرت ابو ہریرہ، بشیر بن خصاصیہ وغیرہ صحابہؓ سے تلمذ ثابت ہے۔ فرماتے ہیں کہ

اتیت ابا ھریرۃ بکتابی	میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
الذی کتبت عنہ	عنہ کی خدمت میں وہ کتاب
فقرأتہ علیہ	لیکر حاضر ہوا جو میں نے ان

Marfat.com

فقلت هذا سمعته منك قال نعم
تہذیب ص۱۴۷
تذکرہ جلد ۱ ص۹۵

سے سن کر لکھی تھی، پڑھ کر سنائی اور پھر اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت مرحمت فرما دی۔

۲ عبد الرحمان بن ہرمز اعرج ۱۱۷ھ ابو ہریرہ ۵۷ھ ابن عباس ۶۸ھ" امیر معاویہ" ۶۰ھ" محمد بن مسلمہ" ۴۳ھ ابو سعید خدری" ۷۴ھ" وغیرہ صحابہ کے شاگرد رشید ہیں اور نہایت ثقہ ہیں۔ پہلے پہل مدینہ منورہ میں مقیم رہے بعد میں اسکندریہ منتقل ہو گئے تھے۔ بغدادی کے ص۲۱۴ پر ہے کہ اعرج حضرت ابو ہریرہ سے ایک مجموعۂ حدیث نقل کرتے ہیں۔ نسخہ یرویہا ابو الیمان الحکم بن نافع عن شعیب عن ابی حمزۃ عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) عبد الرحمان بن یعقوب حرقی جہنی نے حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عمر وغیرہ کا زمانہ پایا ہے اور سعید بن مسیب" ۱۴ — ۹۴" کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ حسن اتفاق سے، دونوں باپ بیٹا۔ بلکہ علاء بن عبد الرحمان بھی تابعی ہیں" ترمذی":

لِلْعَلَاءِ نُسْخَةٌ يَرْوِيهَا عَنْهُ الثِّقَاتُ صَحِيفَةُ الْعَلَاءِ بِالْمَدِينَةِ مَشْهُورَةٌ
تہذیب ص

اور علاء سے تو ان کی ایک حدیث کے صحیفے بھی منقول تھے جو معتبر راوی ان سے بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا مدینہ منورہ میں تو ایک صحیفہ ہی مشہور تھا۔

اور عبد الرحمان "والد علاء" بھی حضرت ابو ہریرہ سے ایک مجموعہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کفایہ بغدادی ص ۲۱۴

(۴) حسن بن عمرو تابعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو ان کی ایک حدیث سنائی تو انہوں نے فرمایا شاید ایسے نہ ہو عرض کیا کہ ایسے ہی سنا ہے۔ تو فرمانے لگے اگر آپ نے مجھ سے سنا ہوگا۔ تو یہ الفاظ میرے پاس مکتوب ہونگے۔ چنانچہ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے۔ تو مجھے کتب حدیث میں سے حدیث کی ایک کتاب دکھائی۔ مستدرک بحوالہ مقدمہ تحفہ ص ۱۹

اسی طرح کا ایک واقعہ فتح الباری جلد اول ص ۱۸۴ میں منقول ہے کہ وہ کتابیں ان کے دست مبارک کی نہیں بلکہ اور کسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔

(۵) ہمام بن منبہ یمنی "۱۳۱ھ" حضرت ابو ہریرہ ۵۸ھ کے شاگرد رشید ہیں۔

كَانَ يَشْتَرِي الْكُتُبَ لِأَخِيهِ وَهْبٍ فَجَالَسَ أَبَا هُرَيْرَةَ فَكَتَبَ مِنْهُ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ وَمِائَةِ حَدِيثٍ۔	وہ اپنے بھائی وہب کے لئے کتب حدیث خریدا کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کے پاس بیٹھ کر قریباً ۱۴۰ حدیثیں قلم بند کیں

تہذیب جلد ۱ ص ۶۷

تذکرہ جلد ۱ ص ۹۵

اور امام احمد نے اس صحیفہ کو اپنی مسند میں درج کیا ہے۔

بحمد اللہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی سعی و کوشش اور تلاش و جستجو سے یہ صحیفہ دمشق سے ۶۲ صفحہ کے حجم میں چھپ چکا ہے حبیب اینڈ کو، اسٹیشن روڈ گٹل منڈی حیدرآباد (دکن) سے مل سکتا ہے۔

(۶) حضرت ابوہریرہؓ کا ایک اور صحیفہ ان کے شاگرد ابو سلمہ ۹۴ھ اور ان سے محمد بن عمرو ۱۴۴ھ بیان کرتے ہیں کنسخۃ عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرۃؓ و محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

"الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث لابن کثیر"

نیز محمد بن عمرو ۱۴۴ھ سے بھی ان کے کئی ایک ثقہ شاگرد ایک ایک صحیفہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ تہذیب جلد ۹ صفحہ ۳۷۵

(۷) خلاص بن عمرو ہجری ۱۰۰ھ بھی حضرت ابوہریرہؓ سے ایک صحیفہ بیان کرتے ہیں تہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۷۷

(۸) حضرت ابوہریرہؓ کی مسند کا ایک نسخہ عبد العزیز بن مروان ۸۶ھ کے پاس بھی تھا انہوں نے کثیر بن مرہ سے کہا کہ تمہارے پاس صحابہ کی جو احادیث و روایات ہیں وہ تحریر کر کے ارسال کرو مگر حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی زحمت نہ کریں وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ طبقات ابن سعد جلد ۷ صفحہ ۵ بحوالہ صحیفہ ہمام بن منبہ

(۹) حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور مسند امام ابراہیم بن حرب عسکری ۲۸۲ھ کے پاس تھی اس کا ایک نسخہ حافظ ابن تیمیہ

کے ہاتھ کا لکھا ہوا جرمن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۶۵۔

۱۰۔ موسیٰ بن عبیدہ ۱۵۲ھ "عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ" کے سلسلہ سند سے جو روایات بیان کرتے ہیں وہ ان کے پاس کتاب تھی۔ تہذیب جلد دہم ص ۳۶۔

اسماعیل بن قیس ۔۔ھ کے پاس ابو حازم ۱۳۵ھ کی ایک کتاب تھی۔ تاریخ صغیر ص ۔۔

عبد العزیز بن ابو حازم ۱۰۷۔۱۸۴ھ کے پاس اپنے والد کی کتابیں تھیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ امام مالک کے ۔۔۔ سوا ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ تھا۔

نیز ان کے پاس سلیمان بن بلال ۱۷۲ھ ۔۔۔ جن کو عبد اللہ بن دینار، زید بن اسلم، ابو حازم، اعرج وغیرہ سے تلمذ حاصل ہے کی کتابیں تھیں تذکرہ جلد اول ص ۲۴۷

مغیرہ بن سمی ۔۔ تابعی ہیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ مجھے ہزار سے متجاوز صحابہ سے لقا حاصل ہے۔ ابو ہریرہ، ابن زبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں کہ ابو خالد اور وہب کی طرح ان کے پاس بھی کتاب تھی۔ تہذیب جلد ۱۰ ص ۱۵۱

ہمام بن منبہ یمنی ۱۳۱ھ تلمیذ ابو ہریرہ ۵۸ھ کا صحیفہ حدیث جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی سعی و کوشش سے طبع ہو چکا ہے اس پر ادارہ طلوع اسلام برافروختہ ہو کر "تنکوں کے بل" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہے کہ

"یہ وہ زمانہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو ابھی قریب ۴۰ برس ہوئے ہیں۔ مدینہ میں بیشتر صحابی موجود ہیں، ان میں سے احادیث کے بہت بڑے راوی حضرت ابوہریرہ کے زیر تلمذ مجموعہ حدیث مرتب ہوتا ہے۔ اور اس میں صرف ایک سو اڑتیس (۱۳۸) حدیثیں درج ہوتی ہیں۔ اس کے دو سو سال بعد ایک صاحب بخارا سے آتے ہیں اور انہیں صرف ابوہریرہ کی چھ لاکھ حدیثیں مل جاتی ہیں۔

آپ ان حقائق کو کسی ایسے شخص کے سامنے رکھئے جو گروہ بندانہ عقیدت مندی سے بلند ہو کر غور کرے اور پھر اس سے دیکھیں نتیجہ پر پہونچتا ہے۔ کیا وہ اس نتیجے پر نہیں پہونچے گا کہ جب ۵۷ھ سے قبل ایک شخص کو مدینے میں حضرت ابوہریرہ کے پاس بیٹھ کر صرف "۱۳۸" احادیث مل سکیں اور دو سو سال بعد ان احادیث کی تعداد لاکھوں تک پہونچ گئی تو اس سے ظاہر ہے کہ اس تمام عرصے میں لوگوں نے حدیثوں کو وضع کیا۔ اور خوب پھیلایا"

مقام حدیث جلد دوم صفحہ ۱۴

معلوم ہوتا ہے کہ پرویز صاحب سرمایہ حدیث کو موضوع اور بعد کی پیداوار قرار دینے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ جس بات سے ان کو روایات کے موضوع اور من گھڑت ہونے کی بو آتی ہے

تشنہ در خواب ہمہ آب بیند"

حضرت ابوہریرہؓ کے متعدد صحیفے آشکارا ہو جانے سے پرویز صاحب کی بیزر پردازی اور دجل و فریب کی قلعی کھل گئی۔ اور ان کا

مبلغ علم الم نشرح ہو گیا۔

از کوزہ ہماں برآورد کہ دراوست

صحیفہ ہمام سے یہ کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے ماسوا ان کے پاس کوئی اور حدیثیں نہ تھیں حسن بن عمرو تابعی کے الفاظ۔۔۔ فارانی کتابا من کتبہ" سے عیاں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کے پاس اور بھی کتابیں موجود تھیں۔

اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ استاد کا سارا علم ایک ہی شاگرد کے پاس ہو بلکہ تہذیب کے الفاظ "فجالس ابا ہریرۃ فکتب منہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ صرف ایک ہی نشست میں لکھا گیا تھا

حضرت سمرہ بن جندب مشہور صحابی ہیں۔ خوارج کے لیے حضرت سمرہ زہر قاتل تھے ۵۸ھ میں فوت ہوئے ایک علمی مذاکرے میں حضرت سمرہ نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد اور فاتحہ کے اختتام پر معمولی سا وقفہ کیا کرتے تھے۔ عمران بن حصین صحابی نے اس امر کا انکار کیا۔ چنانچہ انہوں نے ابی بن کعبؓ کی طرف یہ معاملہ لکھا تو انہوں نے حضرت سمرہ کی تصدیق کی اور فرمایا قد صدق و حفظ۔ استیعاب۔

ابن سیرین ۱۱۰ھ فرماتے ہیں کہ

فی رسالۃ سمرۃ	حضرت سمرہ رضؓ کی کتاب جو ان
الی ابنہ علم کثیر	کے صاحبزادے کے پاس ہے اس
استیعاب، تہذیب	میں بہت علم ہے
جلد ۴ ص ۲۳۶	

تہذیب جلد ۴ ص۱۹۸ میں ہے کہ

سلیمان روی عن ابیہ نسخۃ کبیرۃ — سلیمان اپنے والد سمرہ رضؓ سے ایک ضخیم کتاب روایت کرتے ہیں۔

اور سلیمان سے ان کے لڑکے حبیب اور حبیب سے ان کے ابن عم جعفر بن سعد بن سمرہ یہی کتاب روایت کرتے ہیں۔

تہذیب جلد ۳ ص۹۳

حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ کے پاس سمرہ کا ایک بہت بڑا صحیفہ تھا۔ جس کا اکثر حصہ سنن اربعہ میں آ چکا ہے

در تحفۃ الاحوذی باب ماجاء فی احتلاب المواشی بغیر اذن الارباب

بلکہ حسن بصری کے پاس حضرت سمرہ رضؓ کی احادیث کے چند نسخے تھے جس سے وہ روایت کرتے تھے تہذیب جلد ۲ ص۲۶۹ پر ہے کہ

استنادہ علی کتب سمرۃ رضی اللہ — حضرت حسن کا اعتماد حضرت سمرہ کی کتابوں پر ہے

سنہ ۱۰۴ھ — **ابو قلابہ**

عبداللہ بن زید ابو قلابہ سنہ ۱۰۴ھ کو سمرہ بن جندب انس بن مالک مالک بن حویرث وغیرہ صحابہ سے سماع حاصل ہے خلافت اموی کے دور میں جب آپ کو منصب قضا قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا تو آپ گھر بار ترک کر کے شام چلے گئے اور شام میں ہی سنہ ۱۰۴ھ میں وفات پائی آپ کے پاس ایک نہایت قیمتی کتب خانہ تھا جو آپ کو جان سے عزیز تھا۔ آپ اس کتب خانے کی وصیت مرتے وقت ایوب سختیانی کو کر گئے تھے۔ سختیانی نے یہ

گرانقدر کتب خانہ چودہ پندرہ درہم کرایہ دے کر منگوایا

جریر بن حازم نے بھی ایوب سے ابو قلابہ کی ایک کتاب پڑھی تھی۔ کفایہ ص ۲۵۷

امام مالک فرماتے ہیں کہ ایوب بڑے پایہ کے محدث تھے میں نے ان سے حدیث تحریر کی ہے تہذیب جلد ۱ ص ۳۹۸ اور حسن بن دانند سے ھ نے بھی ان سے حدیث تحریر کی تھی

تہذیب جلد ۱ ص ۲۰۳

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت گیارہ برس کی تھی اور ۱۶ سورتیں یاد کر چکے تھے۔ جنگ بدر میں کم سنی کی وجہ سے شامل نہیں ہو سکے۔ آپ نے سریانی زبان دس پندرہ روز میں سیکھ لی تھی کاتب وحی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کا جواب لکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت زید کو علم میراث میں سب سے زیادہ دستگاہ ہے۔ ۹۲ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۵ متفق علیہ ہیں صرف بخاری میں اور مسلم میں ایک باقی دیگر کتب میں آپ نے سنہ ھ میں وفات پائی۔

مروان سنہ ۶۲ ھ حضرت زید سے احادیث دریافت کرتے

جانتے تھے اور لوگ پردے پیچھے لکھتے جاتے تھے۔

جامع بیان العلم صہ۳۳

امیر معاویہ نے حضرت زید کو لکھا کہ احوص فوت ہو چکے تھے انکی مطلقہ عدت کا آخری حیض گذار رہی ہے کیا وہ ورثہ کی مستحق ہے آپ نے لکھا کہ اس کو ورثہ نہیں مل سکتا۔ "موطا"

سنہ ۴۵ھ میں احکام میراث سے متعلق ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ بیہقی جلد ۶ صہ۲۴۷ میں اس کے بعض اقتباسات درج ہیں۔

المباحث العلمیہ صہ۵۸

حضرت زید کے صاحبزادے خارجہ سے اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف وثائق تحریر کیا کرتے تھے اور علم میراث میں ان کا قول حرف آخر اور قطعی سمجھا جاتا تھا۔ جلد ۳ صہ۷ جلد ۵ صہ۱۹ تہذیب

حضرت براء بن عازب رضہ

براء بن عازب باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں خود نابالغ ہونے کی وجہ سے جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے دیگر غزوات میں عموماً شامل رہے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی کے ہم نوا تھے ۷۲ھ میں وفات پائی اور ان سے ان کے چار صاحبزادے (عبید۔ ربیع۔ یزید۔ لوط) روایت کرتے ہیں۔ خود براء خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ استیعاب۔ تہذیب جلد ا صہ۴۲۵

عبداللہ بن حنش سے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء کے حلقہ درس میں لوگوں کو ہتھیلیوں پر حدیث لکھتے ہوئے اپنی آنکھوں

سے دیکھا ہے۔ دارمی جلد ۱ صـ ۱۲۸

حضرت رافعؓ

حضرت رافع بن خدیج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سن سمجھ کر جنگ بدر میں شرکت سے روک دیا تھا۔ جنگ احد میں شریک ہوئے۔ ان کے ایک نیزہ لگا اور جسم میں ایسا پیوست ہوا کہ کھینچنے سے انّی اندر ٹوٹ گئی اور تا زندگی جسم میں رہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ قیامت کو میں اس کا شاہد ہوں گا۔ ۸۶ سال کی عمر میں ۷۴ھ کو وفات پائی۔

استیعاب جلد ۱ صـ ۱۷۴ عنوان البخابہ۔

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہم آپ سے بہت سی باتیں سنتے ہیں کیا ہم لکھ سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں لکھ لیا کرو۔ کوئی حرج نہیں۔

مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح صـ ۱۷۰

مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے رافع بن خدیج بولے مدینہ بھی حرم ہے یہ مسئلہ میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے چاہو تو دکھا سکتا ہوں۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صـ ۲۲۳

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

عبداللہ بن مسعود۔ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا لڑکے کیا دودھ ہے۔ عرض کیا دودھ تو ہے مگر امانت ہے۔ آپ نے فرمایا تو کوئی بے دودھ کی بکری ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک بکری پیش کی آپ کا ہاتھ لگانا تھا کہ دودھ اتر آیا میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی سکھا دیجئے آپ نے فرمایا تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔ چنانچہ آپ مسلمان ہو گئے۔ حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ جملہ غزوات میں شریک رہے اور خلافت عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے۔ باوجود حزم و احتیاط کے آپ سے ۸۴۹ حدیثیں مروی ہیں۔ ۶۴ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی

معن بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادہ عبدالرحمان نے ایک کتاب دکھائی اور حلفاً کہا کہ یہ میرے والد ماجد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ جامع بیان العلم

نیز عبداللہ بن مسعود اپنے قرآن میں امتیٰ تفسیری نوٹ اور احکام لکھ لیا کرتے تھے۔ نووی جلد ا صفحہ ۲۰۴

حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی

عبداللہ بن ابی اوفی کو صلح حدیبیہ سے قبل نعمتِ ایمانی سے

سرفراز ہوئے اکثر غزوات میں شریک رہے۔ پہلے پہل مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ پھر جب کوفہ آباد ہوا تو وہاں منتقل ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے والد کے لئے دعا فرمائی تھی۔ خدایا! آلِ ابی اوفیٰ پر رحمت فرما۔ آپ سے ۹۵ حدیثیں مروی ہیں۔ ۱۰ متفق علیہ ہیں پانچ میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں آپ وہ آخری صحابی ہیں جنھوں نے کوفہ میں ۸۷ھ میں انتقال فرمایا۔ تہذیب جلد ۵ ص ۱۵۱ وغیرہ

آپ نے سالم ابو النضر کاتب عمر بن عبید کو خط لکھا جبکہ خارجیوں کے ساتھ بر سرپیکار رہتے اور ان کی سرکوبی کے لئے کوشاں تھے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ لوگو دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ خدا سے امن کی دعا کرو۔ مگر جب مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ یقین رکھو کہ تلواروں کے سایہ تلے جنت ہے،، اے خدایا! قرآن نازل کرنے اور ابر چلانے والے احزاب کفار کو شکست دے اور ہمیں کامیاب کر، کفایہ ص ۳۳۶ . . . . . .

بخاری باب الصبر علی القتال

ابراہیم بن مسلم ہجری سے ابن ابی اوفیٰ اور ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ سفیان کہتے ہیں، کہ میں ابراہیم ہجری کے پاس آیا تو انہوں نے سب کتابیں دکھائیں۔ میں نے ابن ابی اوفیٰ اور ابن عمر کی روایات کو الگ الگ کر دیا۔ تہذیب جلد ۱ ص ۱۶۵

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس ۳ سال قبل از ہجرت شعب ابی طالب میں تولد پذیر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب مبارک منہ میں ڈالا فراست ذہانت اور اصابت رائے کے پتلے حبر امت ترجمان قرآن اور علم کے بحر بیکراں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارہ میں دعا فرمائی تھی۔ خدایا! ابن عباس کو قرآن کی تفسیر اور دین کی سمجھ عطا فرما احادیث رسول کی جمع وتدوین کا غیر معمولی شغف تھا۔ صحابہ کرام کے گھر گھر جا کر حدیث سنا اور لکھا کرتے تھے۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مجھ سے ابن عباس نے کہا کہ ہمیں ذخیرہ حدیث کو مدون کرنا چاہیئے میں نے ان کی رائے کو در خور اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن زمانے نے بتا دیا کہ ان کی رائے صائب تھی اور وہ بے نظیر عالم بن گئے۔ ان کی روایات کی تعداد دو ہزار چھ سو ساٹھ ہے ۷۵ متفق علیہ ۱۲۰ صرف بخاری میں ۴۹ مسلم میں اور باقی دیگر کتب میں موجود ہیں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ اصابہ جلد ۲ ص ۲۲۳ استیعاب تہذیب

حضرت عکرمہ ف ۱۰۷ھ

عکرمہ ۱۰۷ھ حضرت ابن عباس کے غلام ہیں ابن عباس ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے ہیں ان کو دو سو سے

Marfat.com

متجاوز صحابہ سے لقا حاصل ہے۔ افریقہ یمن شام عراق حجاز اور خراسان میں گھومے خود کہتے ہیں کہ چالیس سال تک برابر پڑھتا رہا۔ بچپن میں حضرت ابن عباس میرے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مجھے کتاب وسنت کی تعلیم دیا کرتے تھے، شعبی کہتے ہیں تفسیر کے باب میں یکتائے روزگار تھے۔ ابن عباس کی زندگی میں فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

حضرت عکرمہ فرماتے۔۔۔ ہیں کہ جب ابن عباس آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تو طائف کے کچھ لوگ آپ کے پاس ایک مجموعہ حدیث لائے کہ آپ سے سن کر روایت کی اجازت لے لیں پیرانہ سالی کی وجہ سے آپ کو پڑھکر سنانے میں دِقت محسوس ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس صاحب کے پاس میری حدیثیں تحریر شدہ ہوں وہ مجھے لاکر سنا دے تو میری طرف سے یہی ان کا سنانا ہی اجازت ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ بہت لوگوں نے آپ کو صحیفے لاکر سنائے۔ کفایہ ص۲۶۳

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جو خط نبی علیہ السلام نے منذر بن ساوی رئیس عمان کے نام لکھا تھا وہ میں نے ابن عباس کی کتابوں میں درج پایا۔ زاد المعاد جلد سوم ص۸۱

عمرو بن عبد اللہ یمنی عکرمہ سے روایت کرتے ہیں محدثین کہتے ہیں کہ عکرمہ عبد اللہ کے پاس آیا کرتے تھے کہ ان کے صاحبزادہ عمر نے ان کی کتاب لے کر مسائل اور احادیث نقل کر لیں۔

تہذیب جلد ۸ ص۲۶

Marfat.com

طبقات ابن سعد جلد ۵ ص۲۱۶ میں ہے کہ ابن عباس نے جو کتب خانہ چھوڑا وہ ایک اونٹ کا بوجھ تھا وہ ان کے بعد ان کے صاحبزادے علی کے پاس تھا۔ بحوالہ المباحث العلمیہ ص۲۱۹

حضرت سعید بن جبیرؒ

بنو امیہ کا ظلم

سعید بن جبیر شہادت ۹۵ھ ابن عباس کے اکابر تلامذہ میں سے ہیں۔ جب ابن اشعث پر حجاج نے قابو پالیا تو آپ خراسان چلے گئے حجاج نے گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ اشاعت علم کی خاطر برابر بارہ سال روپوش رہے ہر سال دو مرتبہ مکہ میں حج اور عمرے کی غرض سے آتے خالد قسری نے مکہ سے گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کر دیا اور حجاج نے ۹۴ھ میں قتل کر دیا۔ ابن جبیر حدیث فقہ اور دیگر علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ "بدایہ"

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کی مرویات ان کے پاس بیٹھ کر لکھا کرتا تھا۔ دارمی جلد ۱ ص۱۲۵

عطا بن دینار ۱۲۶ھ باب تفسیر میں سعید بن جبیر سے جو کچھ روایت کرتے ہیں وہ ایک صحیفہ ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان ۸۶ھ نے سعید بن جبیر سے ایک تفسیر لکھوا کر شاہی کتب خانہ میں رکھی تھی وہاں سے لے کر ابن دینار نے روایت کی۔

تہذیب جلد ۷ ص۱۹۹

سعید بن فیروز ابوالبختری ۸۲ھ صحابہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ایک صاحب سے حدیث لکھوائی تھی۔ ابو داؤد جلد ۲ ص۱۵۱

مقسم بن بجرہ

مقسم بن بجرہ سنہ ۱۰۱ھ اپنے مولیٰ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ حکم بن عتبہ سنہ ۱۱۳ھ نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور دیگر حدیثیں ایک کتاب ہے حکم بن عتبہ تابعی زید بن ارقم، ابن ابی اوفی صحابہ کے علاوہ متعدد تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ تہذیب جلد دہم ص ۲۸۹

شعبہ کہتے ہیں کہ "حکم عن مجاہد" کے سلسلۂ سند سے جو روایات مروی ہیں وہ ایک "مجموعہ" ہے۔ حسن بن عمارہ بجلی سنہ ۱۵۳ھ کہتے ہیں کہ حکم نے مجھے کتاب دی اور میں نے یاد کر لی۔

تہذیب جلد ۲ ص ۳۰۶ ص ۴۳۴

مجاھد مکی

مجاہد بن جبیر مکی ابن عباس کے خاص شاگردوں میں سے ہیں حضرت ابن عباس سے تیس مرتبہ قرآن پڑھا ہر ہر آیت کے نشیب و فراز سے خوب آگاہی حاصل کی۔ اور اپنے عہد میں تفسیر کے باب میں یکتائے روزگار تصور کئے جاتے تھے۔

سجدہ کی حالت میں سنہ ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ ہدایہ

کریب بن ابی مسلم

کریب بن ابی مسلم سنہ ۹۹ھ حضرت ابن عباس کے وفادار

غلام ہیں اپنے آقا کے علاوہ متعدد صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

موسیٰ بن عقبہ ۱۴۱ھ کہتے ہیں کہ کریب نے ہمارے پاس ابن عباس کی کتابوں کا ایک اونٹ کا بوجھ رکھا۔ تہذیب جلد ہشتم صفحہ ۴۳۳ اور بدایہ جلد ۹ صفحہ ۱۸۶ پر ہے "کان عندہ حمل کتب"

ابنِ ابی ملیکہ

ابن ابی ملیکہ ۱۱۷ھ ایک معتبر تابعی ہیں حضرت عائشہ اور ابن عباس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کو لکھا کہ آپ مجھے کچھ احادیث لکھ کر ارسال کریں جو روایت آپ کی نظر میں درست نہ ہو۔ وہ تحریر نہ کریں حضرت ابن عباس نے یہ پڑھ کر فرمایا کہ میں ان کے لئے صحیح روایات کا ایک مجموعہ منتخب کرتا ہوں آپ نے حضرت علی کے "فیصلہ جات" منگوائے بعض حصے کو نقل کرتے جاتے تھے اور بعض کو نظر انداز کرتے جاتے تھے۔ مقدمہ مسلم

نیز حضرت ابن عباس نے ابن ابی ملیکہ کو "مدعی علیہ" پر قسم کی حدیث لکھ کر ارسال کی تھی، بخاری مطبع احمدی جلد ۲ صفحہ ۳۶۷

امام احمد فرماتے ہیں ان کی کتاب درست اور صحیح تھی

تہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۹

حضرت ابن عباس نے ابو موسیٰ اشعری کو چند مسائل دریافت کرنے کی غرض سے لکھا انہوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کی لئے دیوار
کے دامن میں نرم جگہ تلاش کی اور پیشاب کے لئے نرم
جگہ تلاش کرنی چاہیئے۔ ابوداؤد

ابو رافع

حضرت ابو رافع قبطی حضرت عباس کے غلام تھے حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا اور ابو رافع جب حضرت عباس کے اسلام لانے کی خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے آزاد کر دیا، حضرت علی کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔

استیعاب

ابو رافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتابتِ حدیث کی اجازت طلب کی تو آپ نے منظور فرمائی۔ تہذیب جلد ۳ ص ۲۴۵

حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ ابو رافع نے مجھے ایک کتاب دی جس میں لکھا تھا کہ نبی علیہ السلام تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" کفایہ ص ۲۳۳

سلمیٰؓ بیان کرتی ہیں کہ ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ زندگی آپ کے غلام ابو رافع سے سن کر لکھا کرتے تھے۔ اصابہ جلد دوم ص ۳۲۲ پر ہے کہ ابن عباس دریافت کرتے تھے اور ان کے کاتب لکھتے جاتے تھے۔

نجدہ حروری نے ابن عباس سے مسئلہ دریافت کیا کہ کیا عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنگ کیا کرتی تھیں؟ تو آپ نے یہ حدیث تحریر کر کے ارسال کی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغزوا بالنّساء مسلم جلد دوم صہ ۱۱۶

یزید بن ہرمز کہتے ہیں کہ ابن عباس کا خط بنام "نجدہ" میں نے لکھا تھا۔ مسند احمد حدیث جلد ۵ صہ ۲۹۹

حضرت سعد بن عبادہ رض

سعد بن عبادہ رض بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے جملہ غزوات میں شامل رہے۔ قوم کے رئیس اور نہایت فیاض تھے عربی کتابت سے خوب آشنا تھے ۱۵ھ میں حوران "شام" میں وفات پائی۔ تہذیب۔

حضرت سعد کے پاس حدیث کی ایک کتاب تھی جو ان کے صاحبزادے سعید بیان کرتے ہیں۔ ترمذی۔ باب الیمین مع الشاہد اصابہ جلد دوم صہ ۲۸

ابو شاہ یمنی

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا تھا جو بہت سے احکام پر مشتمل تھا۔ ابو شاہ یمنی کی درخواست پر آپ نے یہ خطبہ لکھوا دیا

کفایہ صہ ۵۳ ۔ بخاری۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضؓ مشہور عالم صحابی ہیں، فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبتی برادر اور کاتب وحی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہؓ کے حق میں دعا کی کہ خدایا! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور عذاب سے بچا۔ اور اس کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں شام کے گورنر مقرر ہوئے عثمان کے عہدِ خلافت میں ترقی کی، اور شہادت عثمانؓ کے بعد حضرت علی سے مسئلہ خلافت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بیس سال خلیفہ رہے اور ۸۸ سال کی عمر میں ۶۵ھ میں وفات پائی، ہدایہ، استیعاب ما

مسئلہ خلافت کے اختلاف سے متعلق حافظ ابن حجر اصابہ ۵۰۲ میں رقمطراز ہیں کہ حضرت علی حق پر تھے وَکُلٌّ مِنَ الْفَرِیْقَیْنِ مُجْتَہِدٌ فَکَانَ مِنَ الصَّحَابَۃِ فَرِیْقٌ لَمْ یَدْخُلُوْا فِیْ شَیْءٍ مِنَ الْقِتَالِ وَظَہَرَ بِقَتْلِ عَمَّارٍ اَنَّ الصَّوَابَ کَانَ مَعَ عَلِیٍّ وَاتَّفَقَ عَلٰی ذٰلِکَ اَہْلُ السُّنَّۃِ بَعْدَ اخْتِلَافٍ کَانَ فِی الْقَدِیْمِ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲

امیر معاویہ نے مروان ۶۵ھ کو حدیث شغار تحریر کرکے ارسال کی تھی۔ مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۹۴

حضرت مغیرہ بن شعبہ

حضرت مغیرہ غزوہ احزاب میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نہایت حاضر جواب اور بدیہہ گو تھے۔ صلح حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ تھے۔ حضرت عمر نے بصرہ کا امیر مقرر کیا بعد میں معزول کر دیئے گئے پھر امیر معاویہ کے عہد میں امیر کوفہ مقرر ہوئے اور تاحیات امیر رہے سنہ ۵۰ھ میں وفات پائی ۔ "استیعاب، بدایہ"

حضرت مغیرہ نے امیر معاویہ کو یہ حدیث تحریر کر کے ارسال کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا نیز بے ہودہ گوئی، مال ضائع کرنے اور اصرار سے سوال کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

امیر معاویہ نے مغیرہ کو لکھا کہ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی دعا پڑھا کرتے تھے۔ تو حضرت مغیرہ نے مندرجہ ذیل دعا لکھ کر ارسال کی۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔

مسلم جلد اول ص ۱۲۵

Marfat.com

عتبان بن مالکؓ

عتبان بن مالکؓ انصاری غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور حضرت معاویہ کے عہدِ خلافت میں فوت ہوئے آپ سے انس بن مالک اور محمود بن ربیع روایت کرتے ہیں۔ آپ نے ایک حدیث کو اس قدر پسند فرمایا کہ وہ حدیث لکھ لی۔

(جنرل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال جلد ۲۵ بحوالہ معارف مارچ ۱۹۵۱ء)

سعد بن ربیع

سعد بن ربیع لیلہ عقبہ میں مسلمان ہوئے، عہدِ جاہلیت میں کاتب تھے جنگ احد میں شہید ہوئے۔ دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو تہائی ورثہ دیا۔ عنوان النجابہ وغیرہ

سعد کے پاس احادیث نبوی کا ایک مجموعہ تھا۔

اسد الغابہ بحوالہ تذکرہ

حضرت انس بن مالک

حضرت انس خادمِ رسول اور کثیر الروایت صحابی ہیں متواتر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی، خدایا

Marfat.com

اس کو مال و اولاد دے اور برکت کر۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ ہے کہ ہمارے باغات سال میں دو مرتبہ پھل لاتے ہیں اور میری اولاد سو سے متجاوز ہے۔ آپ سے "١٢٨٦" روایات مروی ہیں، اور ٩٣ھ میں وفات پائی حضرت ابوبکر اور عمر کے عہد خلافت میں بحرین کے گورنر رہے۔

معبد بن ھلال کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ حدیث سے متعلق حضرت انس سے زیادہ گفتگو کرتے تو حضرت انس ایک پلندہ نکال لاتے اور فرماتے یہ حدیثیں ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھی ہیں، پھر دربار رسالت میں پیش کیں۔

مستدرک جلد ٣ صفحہ ٥٧٣

حضرت انس اپنے دونوں فرزند اور موسیٰ کو فرمایا کرتے تھے کہ حدیث مع سند لکھوا دو پڑھو۔ شرف اصحاب الحدیث صفحہ ٩٧ طبع دہلی۔ بلکہ اپنی ساری آل اولاد کو کہا کرتے تھے کہ علم قلم بند کیا کرو۔" دارمی جلد ١ صفحہ ١٢٨

محمود بن ربیع سے جو صحابی ہیں حضرت انس نے ایک حدیث سنی آپ کو نہایت بھلی معلوم ہوئی آپ نے اپنے صاحبزادے سے کہا لکھ لو۔ چنانچہ انہوں نے لکھ لی۔ مسلم جلد اول صفحہ ٢٦

حضرت انس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ کے متعلق منشور تھا۔ المباحث العلمیہ صفحہ ٨٥۔

یحییٰ بن سعید انصاری

یحییٰ بن سعید انصاری ۱۴۳ھ حضرت انس بن مالک سائب بن یزید اور ابو امامہ صحابہ کے علاوہ متعدد تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ تذکرہ جلد اول ص ۱۲۹

عبدالوہاب ثقفی کے پاس یحییٰ انصاری کی کتاب تھی جو دنیا کی صحیح ترین کتابوں سے تھی۔ تہذیب جلد ششم ص ۴۵۰

محمد بن بشار بندار ۲۵۲ھ عبدالوہاب ثقفی وغیرہ کے شاگرد ہیں امام ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے بندار سے پچاس ہزار حدیثیں لکھیں اور ابو موسیٰ سے بھی کچھ حدیثیں لکھیں۔

تہذیب جلد نہم ص ۷۱

قتیبہ کہتے ہیں کہ عبدالوہاب ثقفی امام مالک، لیث اور عباد بن عباد اپنی مثال آپ تھے یعنی ورع تقوی اور حافظہ میں بے نظیر انسان تھے۔ ترمذی۔

یحییٰ بن حکم ۲۵۰ھ عبدالوہاب ثقفی کے شاگردوں میں سے ہیں آپ کا شمار مصنفین میں تھا۔ اسماعیل بن قیس ۲۰۹-۱۱۸ھ کے پاس یحییٰ انصاری کی کتاب تھی۔ تاریخ صغیر بخاری ص ۲۲۳

حاتم بن اسماعیل ۱۸۶ھ بھی یحییٰ انصاری کے شاگرد ہیں ان میں معمولی سی غفلت تھی۔ مگر ان کی کتاب نہایت درست تھی۔ تہذیب جلد دوم ص ۱۱۸

Marfat.com

حماد بن زید کے پاس یحییٰ انصاری کی کتاب تھی، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی ۶۶-۱۳۱ھ کے پاس حماد بن زید ۹۸-۱۷۹ھ حدیث تحریر کیا کرتے تھے

تہذیب ۲۱۲/۱ — ۱۰/۳

ابن مبارک ۱۸۱ھ کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے ان کی کتاب مانگی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا پھر میں نے بعد مشکل ان سے کتاب مستعار لی اور نقل کی کفایہ صفحہ ۲۳۵

ابو عمرو حوضی ۲۲۵ھ حماد بن زید کے شاگرد ہیں، عبید اللہ بن جریر بن جبلہ کہتے ہیں کہ ابو عمرو کے پاس ایک نہایت درست کتاب تھی. تہذیب دوم صفحہ ۴۰۶ سلیمان بن حرب ۱۴۰-۲۲۴ھ حماد کے پاس دس سال رہے اور ان کو دس ہزار حدیثیں یاد تھیں، امام احمد وغیرہ نے ان سے حدیث تحریر کی ہے

تہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۸۱

معاویہ بن صالح بن حدیر ۱۵۲ھ یحییٰ انصاری سے روایت کرتے ہیں ان کے پاس دو صد حدیث پر مشتمل ایک مجموعہ حدیث تھا جو ان سے عبد اللہ بن صالح ۲۲۳ھ روایت کرتے ہیں تہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۱

زہیر بن محمد تمیمی ۱۶۲ھ عبد اللہ بن محمد بن عقیل، ابن منکدر، موسیٰ بن عقبہ اور یحییٰ انصاری وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ابو حاتم کہتے ہیں کہ جو حدیث وہ اپنی کتابوں سے بیان کریں وہ نہایت درست ہوتی ہیں. تہذیب جلد سوم ۳۴۹

قتادہ بن دعامہ

قتادہ بن دعامہ ۶۱ تا ۱۱۷ھ جلیل القدر تابعی ہیں حضرت انس اور دیگر متعدد صحابہ کرام سے شرف تلمذ ہے حافظہ بے نظیر تھا جابر بن عبداللہ صحابی کا صحیفہ حدیث صرف ایک ہی دفعہ سن کر حفظ کرلیا تھا۔ تہذیب جلد ۸ ص ۳۵۴

معاذ بن ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ہشام نے قتادہ سے دس ہزار احادیث سنیں اور معاذ نے علی بن مدینی شیخ بخاری کو اپنے والد کی مرویات تحریر شدہ دکھائیں۔ تہذیب جلد ۱۰ ص ۱۹۷

ابو محمد قاسم بن سلام ۲۲۸ھ قتادہ سے روایت کرتے ہیں ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی حدیثیں بہت عمدہ تھیں وہ اپنی کتابوں کا بے حد خیال رکھتے تھے، تذکرہ جلد ۱ ص ۱۰۲

حجاج بن حجاج باہلی ۱۳۱ھ قتادہ انس بن یونس وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابراہیم بن طہمان ۱۵۸ھ ان سے ایک ضخیم نسخہ روایت کرتے ہیں سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں مجھے حجاج کا صحیفہ عمرو بن عبید کے صحیفے کی نسبت زیادہ عزیز تھا ابن راہویہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن طہمان کی حدیث بہت درست تھی خراسان میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اور یہ نسخہ ابراہیم سے ان کے شاگرد حفص بن عبداللہ ۲۰۹ھ بیان کرتے ہیں۔ تہذیب ۲۰۰/۲ ۳۰۰/۲ تذکرہ ۲۸۸/۲ ۱۹۹/۱ تہذیب ۴۰۳/۲

Marfat.com

نیز ابراہیم محمد بن زیاد قریشی سے حدیث کا ایک اور نسخہ روایت کرتے ہیں اور ان کے شاگرد یحییٰ بن ضریس بجلی ۲۰۳ھ کی کتاب نہایت درست تھی معرفۃ علوم الحدیث۔ تہذیب ۲۳۲/۱۱
ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ابو حمزہ سکری اور ابراہیم بن طہمان کی کتابیں نہایت درست تھیں۔ نعیم بن حماد ۲۲۸ھ ابو حمزہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں بقول خطیب بغدادی ان کا شمار مسانید کے اول جامعین میں ہے۔ تہذیب جلد ۹ ص۴۸۷ جلد ۱۰ ص۴۵۹
یحییٰ بن موسیٰ غنجار ۱۸۷ھ حفص بن میسرہ ابن طہمان اور ابو حمزہ سکری سے روایت کرتے ہیں ان کے پاس ابو حمزہ کا ایک نسخہ حدیث ہے معرفۃ علوم الحدیث ص۱۶۴
سوید بن سعید ۲۴۰ھ حفص بن میسرہ کے تلمیذ ہیں ابو زرعہ کہتے ہیں ان کی کتابیں تو درست ہیں حافظے سے روایت کریں تو چنداں اچھی نہیں ہوتی۔ تہذیب جلد ۴ ص۲۷۲

"یعلیٰ بن مرہ رضہ"

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرے اطمینان ہوا تو آپ نے شاہان عرب و عجم کو دعوتی خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ شاہان عرب مہر کے بغیر مخطوط وصول نہیں کرتے تو آپ نے یعلیٰ بن مرہ سے انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ حبشی عقیق تھا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سطروں میں کندہ تھا۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ گویا اس انگوٹھی کی چاندی کی سفیدی میں اب بھی دیکھ رہا ہوں اور جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بحرین کا عامل مقرر کیا اور زکوٰۃ سے متعلق ایک منشور تحریر کرکے دیا اور اس پر یہ مہر لگی ہوئی تھی

یہ انگوٹھی حضرت ابو بکر کے عہد خلافت میں ان کے پاس رہی اور پھر یکے بعد دیگرے حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پاس رہی مگر سوء اتفاق سے حضرت عثمان کے ہاتھ سے چاہ اریس میں گم پڑی بہت تلاش کی مگر دستیاب نہ ہو سکی شمائل ترمذی بخاری مسلم

جابر بن سمرہ رض

حضرت جابر بن سمرۃ سعد بن ابی وقاص کے بھانجے ہیں مدینہ سے کوفہ میں منتقل ہو گئے اور نبی علیہ السلام سے بہت حدیثیں بیان کرتے ہیں سنہ ۶۶ھ میں وفات پائی استیعاب

عامر بن سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام نافع کے ہاتھ جابر کی طرف ایک رقعہ ارسال کیا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قلم بند کرکے ارسال کریں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوں جابر بن سمرہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بروز جمعہ سنا۔ جس جمعہ بزرہ اسلمی کو رجم کیا گیا ــــ کہ تاقیامت اسلام قائم رہے گا۔ قریش میں سے بارہ خلیفے ہوں گے۔ قیصر و کسریٰ کے محلات پر معمولی

Marfat.com

سی نوج پائے گی. قیامت سے قبل کذاب و دجال ہونگے ان سے ہوشیار رہو جب کسی کو اللہ مال و دولت سے نوازے تو فراخ دستی سے کام لے ہیں جو نفس کو شرپہ کامریبا ہان ہوں. مسلم ۲/۱۱۹ ۲۵۲

ابو سعید خدری

ابو سعید خدری کی عمر غزوہ احد کے موقعہ پر ۱۳ سال کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمسنی کی وجہ سے جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی. بیعت شجرہ میں شریک تھے آپ کا شمار فقہاء مدینہ میں تھا ابن عمر جابر بن عبداللہ وغیرہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں ان کی مرویات بخاری میں ہیں اور مسلم میں بار ان ہیں ۷۴ھ میں وفات پائی عون المعبود جلد سوم ص۳۷۵ پر ہے کہ ہم تشہد لکھا کرتے تھے

یاد رہے کہ انہی حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ قرآن کے سوا کچھ نہ لکھا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ آغاز عہد رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کو قلمبند کرنے سے صریحاً تبیین وحی کو روکا تھا کہ قرآن و حدیث خلط ملط نہ ہو جائے جب آپ کو اس امر کا اطمینان ہوگیا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت زبانی قیدوا ولا حرج. اور حدیث باقاعدہ جمع کی دو مدیں ہے تمام سے یہ مفہوم بالکل واضح ہے

عطا بن ابی رباح

عطا بن ابی رباح ۲۷، ۱۱۴ھ عظیم المرتبت تابعی ہیں ابن عمر ابو ہریرہ ابن زبیر ابو سعید خدری وغیرہ دو سو صحابہ سے لقا اور تلمذ ہے ۔ اترلیس عالم اور زاہد ہے ۔ امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہیں کہ ان سے افضل اور بلند مرتبہ کسی کو نہیں پایا ۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں ہماری کیا ضرورت ہے ، تہذیب جلد ہفتم صفحہ ۲۰۰ تذکرہ جلد ا صفحہ ۹۲

سفیان کہتے ہیں کہ زکریا بن اسحاق مکی سنہ ھ نے مجھے ایک صحیفہ دکھایا اور کہا کہ یہ مجھے یعقوب بن عطا نے دیا تھا یہ ان کے والد عطا نے صحابہ سے سن کر لکھا تھا تہذیب ۳/۳۲۹

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ حنظلہ بن ابو سفیان مکی ۱۵۳ھ تلمیذ عطا مذکور کے پاس ایک کتاب تھی ، تہذیب جلد ۳ صفحہ ۶۱

معاویہ بن عبد الکریم ۱۸۰ھ عطا اور حسن بصری سے روایت کرتے ہیں ان کے پاس عطا اور حسن بصری کی مرویات کا مجموعہ تھا ، تہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۴

حسین بن عرنی کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن رحم کی کتاب دیکھی تو اس میں لکھا کہ قیس بن سعد ۱۱۷ھ عطا سے روایت کرتے ہیں تہذیب جلد ۷ صفحہ ۲۴۴

حماد بن سلمہ ۱۶۷ھ کے پاس قیس بن سعد کی کتاب تھی [illegible] تذکرہ جلد ا صفحہ ۲۰۷

عمرو بن عاصم ۲۱۳ھ کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ سے گیارہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ ہدبہ بن خالد ۲۳۹ھ کے پاس حماد بن سلمہ کی حدیثوں کے دو نسخے تھے۔

تہذیب جلد ۱ صـ۵۹ / جلد ۱۱ صـ۲۵

زیاد بن ابیہ

زیاد بن ابیہ سال ہجرت میں پیدا ہوئے حضرت عمر نے بصرہ کا گورنر مقرر کیا حضرت عثمان اور حضرت علی کی شہادت تک برابر اس خدمت پر مامور رہے جب حضرت حسن خلافت سے دستبردار ہوئے تو معاویہ نے ان سے اخوت قائم کی اور کوفہ و بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا اسی اثنا میں آپ نے نہر ابلہ کھدوائی ۵۳ھ میں وفات پائی۔ استیعاب

زیاد نے حضرت عائشہ رض کو لکھا کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو صاحب حرم کو "قربانی" روانہ کر دے وہ حاجی کی طرح محرم ہو جاتا ہے۔ تاوقتیکہ وہ قربانی ذبح نہ ہو جائے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اپنے ہاتھ سے قلادے بٹے اور وہ قلادے ڈال کر قربانی حضرت ابوبکر کے ہاتھ روانہ کر دی تھی۔ مگر آپ محرم نہیں ہوئے

تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صـ۱۰۱

ابو بکرہ نفیع بن حارث رض

ابو بکرہ نفیع بن حارث جنگ طائف ۸ھ میں مسلمان ہوئے، ان سے ان کے صاحبزادے "عبدالرحمان، عبداللہ" کے علاوہ حسن بصری وغیرہ تابعی روایت کرتے ہیں ۵۱ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے "استیعاب"

عبدالرحمان ۱۴ھ ۹۶ھ کہتے ہیں کہ والد ماجد نے برادر عبید اللہ کو خط لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ غیظ و غضب کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے

ترمذی جلد اول صـ ۱۵۹

زید بن ارقم رض

واقعہ حرہ ۶۲ھ میں حضرت انس اور ان کے اعزہ واقارب کا کافی نقصان ہوا، حضرت زید بن ارقم ۶۸ھ نے ان کو ایک تعزیت نامہ ارسال کیا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مژدہ سناتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدایا! انصار کو معاف فرما نیز ان کی اولاد در اولاد کو بھی — ترمذی صـ ۲۲

ابو اسحاق سبیعی رح

ابو اسحاق سبیعی ایک بلند پایہ تابعی ہیں۔ ۳۳ھ میں

Marfat.com

پیدا ہوئے جابر بن سمرہ جریر بجلی، زید بن ارقم، عدی بن حاتم اور براء بن عازب وغیرہ ۲۳ صحابہ کرام کے علاوہ دیگر جلیل القدر تابعیوں سے سماع اور تلمذ ہے، ثقہ حافظ بنیظیر بلند پایہ عالم اور عابد و زاہد تھے۔ اور ہر سہ روز میں قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ اور ۱۲۷ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے

تذکرہ، تہذیب جلد ۸ صہ ۶۵

ابواسحاق سبیعی نے حارث بن عبد اللہ اعور کوفی ۶۵ھ سے چار حدیثوں کے علاوہ کچھ نہیں سنا اور باقی احادیث ان کے پاس ایک کتاب تھی۔ تہذیب جلد ۸ صہ ۶۵

قیس بن ربیع ۱۶۵ھ ابی اسحاق سبیعی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ یعقوب بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ وہ صدوق تھے اور ان کی کتاب نہایت عمدہ تھی۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے چھ ہزار حدیث لکھی وہ مجھے چھ ہزار دینار سے زیادہ عزیز تھیں۔ تہذیب جلد ۸ صہ ۳۹۵ تذکرہ جلد ۱ صہ ۲۱

قیس بن ربیع وغیرہ سے زائد ثوری ۱۶۱ھ روایت کرتے ہیں ان کے پاس ملازم اور نافع کی دو کتابیں تھیں، جن کی ضخامت پچاس ورق کی تھی تہذیب جلد ۱۱ صہ ۲۱۲

سفیان ثوری

سفیان بن سعید ثوری کے والد کا شمار محدثین کوفہ میں تھا۔ ابراہیم تمیمی سلمہ بن کہیل اور شعبی وغیرہ سے استفادہ کیا

Marfat.com

اور علم و فضل میں مشہور تھے ان کے بھائی عمر اور مبارک اور چچا کا بھی شمار اہل علم اور اہل تقویٰ میں تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا زہد و تقویٰ ضرب المثل تھا۔ ابن جوزی فرماتے ہیں انہوں نے اپنے لخت جگر کو دو ایسی نصیحتیں کیں، جو ہر مسلمان والدہ پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو کرے۔

(۱) بیٹا تم علم حاصل کرو، میں سوت کات کر اخراجات پورے کروں گی۔

(۲) جب تم دس حرف تحریر کر چکو تو غور کر دیکھنا تمہارے علم و فضل اور وقار میں کچھ اضافہ ہوا۔ خدانخواستہ اگر کچھ اضافہ نہیں ہوا تو ایسا علم کوئی سودمند نہ ہوگا۔

سفیان ثوری نے کوفہ کے اس علمی خانوادے میں ۹۵ھ میں آنکھ کھولی، جبکہ کوفہ علوم شرعیہ کا مرکز علم و فضل کا گہوارہ اور مرجع خاص و عام تھا، ابو اسحاق سبیعی، منصور بن معتمر، ایوب سختیانی عاصم احول عمرو بن دینار وغیرہ ائمہ سے علم حاصل کیا۔ بلا کا حافظہ پایا تھا فرماتے ہیں جو بات مجھے ایک بار یاد ہو گئی پھر کبھی بھولی نہیں۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ سو اساتذہ سے حدیث تحریر کی لیکن ثوری سے افضل اور برتر کسی کو نہیں پایا۔ آپ فن حدیث کے "امیر المؤمنین" تھے۔

ابن عیینہ فرماتے ہیں۔ ابن عباس، شعبی اور ثوری اپنے عہد میں اپنی نظیر آپ تھے۔ سعید قطان کہتے ہیں کہ ثوری امام مالک

سے ہر بات میں بلند پایہ اور فائق تھے، یہ علم و فضل کا ستارہ
سنہ ۱۶۱ھ میں افق عالم سے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مورخین نے صراحت کی ہے کہ علامہ ثوری نے متعدد
کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے آج کل جامع صغیر، جامع
کبیر، کتاب الفرائض اور کتاب التفسیر کا پتہ چلتا ہے بلکہ کتاب
التفسیر تو ریاست رامپور انڈیا کے شاہی کتب خانہ میں موجود
ہے۔ عباد بن عباد رملی سنہ کو سفیان ثوری نے ایک مشہور
علمی رسالہ تحریر کرکے ارسال کیا۔ تہذیب جلد ۵ ص ۹۷

ابو احمد زبیری محمد بن عبداللہ بن زبیر سنہ ۲۰۳ھ ثوری
کے تلمیذ ہیں فرماتے ہیں کہ مجھ سے ثوری کی کتابیں چوری بھی
ہو جائیں تو پرواہ نہیں مجھے وہ سب یاد ہیں۔ تہذیب ۹ ص ۲۵۵

ہشام بن یوسف یمنی سنہ ۱۹۰ھ کہتے ہیں کہ امام ثوری یمن میں
تشریف لائے اور انہیں ایک تیز رقم کاتب کی ضرورت محسوس
ہوئی تو میں حاضر خدمت ہوا آپ فرماتے تھے اور میں نہایت
تیزی سے لکھتا جاتا تھا۔ ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ تمام یمنیوں میں سے
ہشام بن یوسف کی کتاب بہتر تھی۔ تہذیب جلد ۱۱ ص ۵۷

معمر کہتے ہیں کہ میں اور ثوری ابن جریج اور شعبہ اتفاقاً اکٹھے
ہوگئے طلحہ بن عمرو سنہ ۱۵۲ھ بھی تشریف لے آئے چنانچہ انہوں
نے قریباً چار ہزار حدیث زبانی سنائی۔ اور ہم کتاب سے مقابلہ
کر رہے تھے سوائے دو مقام کے کہیں غلطی نہ ہوئی۔ تہذیب ۵ ص ۲۲

قاسم بن یزید جرمی سنہ ۱۹۲ھ ثوری، مالک ابن ابی ذئب

وغیرہ کے شاگرد ہیں علی بن حرب کہتے ہیں کہ جرمی کے پاس کتابوں کے صندوق، لوٹا اور ایک چادر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔
تہذیب جلد ۸ صفحہ ۲۲۱

ایک حدیث کی طرف اشارہ کر کے سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے اتفاقاً بھول گئی تھی چنانچہ میرے پاس تحریر شدہ تھی اور میں نے یاد کر لی۔ کنایہ ص ۲۳۱

امام ثوری فرماتے ہیں کہ میرے شاگرد معافی بن عمران ۱۸۵ھ نے مجھے چند کتابوں کا تحفہ پیش کیا اور میں نے قبول کر لیا۔ کہ وہ علم و فضل کے پتلے تھے، اور قریباً آٹھ سو شیوخ سے استفادہ حاصل کیا —————— تہذیب جلد ۱۰ ص ۲۰۰

امام ثوری کے استاذ منصور بن معتمر ۱۳۲ھ کے پاس ایک کتاب تھی۔ اور سعید بن سمرہ ان سے نقل کرتے ہیں۔ مگر سماع ثابت نہیں۔ تہذیب جلد ۴ ص ۹۳

ضحاک بن قیسؓ

ضحاک بن قیس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت ہے۔ اپنی ہمشیرہ فاطمہ بنت قیس سے دس سال چھوٹے ہیں۔ ابو عبیدہ بن جراح ان کے چچا تھے، فتح دمشق میں شریک ہوئے بعد از فتح وہیں مقیم ہو گئے، ۶۴ھ میں جنگ مرج راہط میں شہید ہوئے البدایہ جلد ۸ ص ۲۴۱

یزید کی وفات کے بعد آپ نے ہثیم کو لکھا کہ میں نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبل از قیامت رات کی تاریکیوں ایسے سیاہ فتنے ہوں گے جس میں آدمی کا دل مردہ ہو جائے گا۔ ایمان کو ہر وقت خطرہ لاحق ہو گا۔۔۔۔ صبح ہے تو شام کو خطرہ۔ شام کو ہے تو صبح خطرے سے خالی نہیں" لوگ حقیر و ذلیل دنیا کی خاطر دین فروخت کرتے ہوئے۔

اصابہ جلد دوم ص۱۵۵۔ ہدایہ

حسن بن علی رض

حضرت حسن شبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلح اعظم دوش نبوت کے سوار رمضان ۳ھ میں نور افزائے عالم وجود ہوئے۔ دینی علوم کا منبع اور سرچشمہ تھے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے مگر فتنہ و بلو کے خوف سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ آپ سے تیرہ حدیثیں مروی ہیں۔ ۴۹ھ میں دنیائے فانی کو خیرباد کہہ گئے

آپ اپنی اولاد سے کہا کرتے تھے "علم پڑھو، علم کی بدولت ہی آئندہ تمہاری قدر و منزلت ہوگی۔ حدیث یاد نہ رکھ سکو تو لکھ لیا کرو۔" کفایہ ص۲۲۹ البدایہ جلد ۸ ص۴۱

حضرت علی رض

حضرت علی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد ہیں بچوں میں سے سب سے قبل نعمت ایمانی سے سرفراز ہوئے، علم و تقویٰ اور شجاعت میں بے نظیر تھے، شہادت عثمان رض کے بعد خلیفہ ہوئے اور ۴۰ھ میں دارالخلافہ کوفہ میں شہید ہوئے۔ "تذکرۃ الحفاظ"

ابو جحیفہ ۷۴ھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے پاس قرآن کے علاوہ کوئی اور بھی نوشتہ ہے آپ نے حلفاً فرمایا میرے پاس بجز خداداد عقل و فکر اور اس صحیفے کے کچھ نہیں، عرض کی کہ صحیفے میں کیا ہے، آپ نے فرمایا اس میں خون بہا اسیروں کی رہائی، زکوٰۃ اور دیگر موضوع سے متعلق حدیثیں ہیں۔ فتح الباری ص ۱۶۵

حجر بن عدی ۵۱ھ نہایت معتبر اور ثقہ ہیں حضرت علی کے دست بازو تھے امیر معاویہ کے مخالف زیاد نے گرفتار کرکے پا بجولاں شام روانہ کیا جب جلاد قتل گاہ کی طرف لے جانے لگا تو دو رکعت کی مہلت مانگی اور پھر شہید کر دیئے گئے حضرت علی کے سوا کسی سے روایت نہیں کی۔

اتفاقاً ان کے پاس پانی سے استنجا کرنے کا ذکر ہوا تو فرمایا طاق میں ایک مجموعہ حدیث ہے وہ مجھے دینا۔ انھوں نے پڑھا کہ میں نے حضرت علی سے سنا ہے کہ طہور پاکیزگی نصف ایمان ہے حضرت علی فرمایا کرتے تھے جب تم حدیث قلم بند کرو تو مع سند قلمبند کرو ابن سعد جلد ۶ ص ۱۵۴ التقیید والایضاح ص ۱۵

حضرت علی کے صاحبزادے ابن حنفیہ کے پاس ایک صحیفہ

تھا، جو ان سے عبدالاعلیٰ بن عامر کوفی سے روایت کرتے ہیں۔ تہذیب جلد ۶ صفحہ ۹۵

حضرت ابوبکر صدیقؓ

حضرت ابوبکر صدیق مردوں میں سے سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، خلیفہ اول منتخب ہوئے فتنہ ارتداد پر قابو پالینا آپ ہی کی حسن تدبیر کا نتیجہ تھا۔ ۶۲ سال کی عمر میں ۱۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں گورنروں کے پاس بھیجنے کے لئے ایک "کتاب الصدقۃ" لکھوائی تھی جس میں جانوروں کی زکوٰۃ سے متعلق حدیثیں تھیں لیکن ارسال کرنے سے قبل آپ کی وفات کا سانحہ پیش آگیا۔ جب حضرت ابوبکر نے انس کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تو ان کو یہ منشور لکھ دیا۔ بخاری شریف اور سالم بن عبداللہ سے زہری نے یہ کتاب پڑھی۔ ابن ماجہ ص ۱۳۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے نیام میں یہ تحریر پائی گئی کہ جو شخص اندھے کو راہ سے بھٹکا دے زمین کے حدود توڑے اور اپنے محسن کی ناشکری کرے وہ ملعون ہے

جامع بیان العلم ص ۲

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے پانچ سو احادیث پر مشتمل ایک صحیفہ ترتیب دیا۔ اور ساری رات بے چینی

لے عالم میں بسر کی، صبح ہوئی تو مجھے کہا وہ صحیفہ لاؤ میں نے حاضر کیا، اور آپ نے نذر آتش کر دیا۔ صاحب تذکرہ صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں، کہ یہ روایت درست نہیں اس نزول کے سلسلۂ سند میں علی بن صالح، مقاتل بن غسان اور موسٰی بن عبد اللہ نامعلوم اور غیر معتبر ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ ۴۰ ویں مسلمان تھے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کیا اسلام دین حق نہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں، تو حضرت عمر نے عرض کیا حقانیت اسلام اور یہ روپوشی اور گوشہ نشینی چہ معنی؟ مسلمان ڈنکے کی چوٹ پر ما کعبہ میں آئے۔ کہ فرزند رہ گئے اس دن آپ نے عمر کو "فاروق" کے لقب سے نوازا جملہ غزوات میں شریک ہوئے حضرت ابو بکر کے بعد ساڑھے دس سال مسند خلافت پر متمکن رہے مغیرہ بن شعبہ کے غلام کے ہاتھوں ۲۳ھ میں ۶۲ سال کی عمر میں شہید ہوئے

ابو عثمان نہدی سنہ ۵۰ھ فرماتے ہیں کہ آذربائیجان میں ہمیں حضرت عمر کا خط موصول ہوا کہ نبی علیہ السلام نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، کذا یہ صفحہ ۳۳۶ مسند احمد جلد اول ۹

جبالہ بن عبدہ سنہ ۹۲ھ کہتے ہیں کہ مقام "مناذر" میں ہمیں

Marfat.com

حضرت عمر کا خط موصول ہوا کہ مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا جائے، عبدالرحمان بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس ہجر سے جزیہ وصول کیا تھا ترمذی ۱/۱۹۲

امام علیق کہتی ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے عاملین کو لکھا کہ ناک بوس محل تعمیر نہ کرو۔ اصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۹

اور اہل بحرین کو لکھا کہ جہاں ہو جمعہ ادا کرو۔ عون المعبود جلد ۱ صفحہ ۴۱۳ ابو عبیدہ بن جراح نے استفسار کیا میت کا ماموں کے بغیر اور کوئی وارث نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ آپ نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں ہی وارث ہے مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۰

حضرت علی عمر تلوار کے نیام سے ایک نوشت ملی کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اصابہ ص ۳۵۴

حضرت عمر نے دریافت کیا کہ مقتول کی دیت کی بھی بیوی وارث ہے؟ حضرت ضحاک بن سفیان صحابی نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا اشیم ضبابی کی دیت سے اس کی بیوی کو بھی حصہ دو۔ جلد ۱ ص ۴

سعید بن مسیب طبقات ۵/۹۲۔ جلیل القدر تابعی ابو محمد ... والد ... صحابہ کے شاگرد ہیں فتوے دیتے ... بہت مشکل مسائل میں حسن بصری ان سے استفسار کرتے تھے بقول مکحول زہری اور قتادہ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے حضرت عمر کے ... فیصلے بہت ... مدینہ کے ... ب

البدایہ، سے مشہور تھے

یکے از انصار

کسی انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کمزوری حافظہ اور نسیان کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا "اِسْتَعِنْ بِیَمِیْنِکَ" لکھ لیا کر۔ ترمذی

نعمان بن بشیرؓ

نعمان بن بشیر ۲ھ میں پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن منہ میں ڈالا اور دعا دی کہ خوش عیش شہید اور جنتی ہوں گے۔ امیر معاویہ کے عہد میں کوفہ کے گورنر اور پھر حمص کے گورنر رہے اور ۶۴ھ میں شہید ہوئے ضحاک بن قیس ۶۴ھ نے نعمان کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں سورہ جمعہ کے علاوہ کون سی سورت پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے، مسلم جلد اول۔ ص ۲۸۸

ابو السلام ممطور

ابو السلام ممطور ۔۔ھ نعمان بن بشیر ابو امامہ، ثوبان ابو سلمیٰ راعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے صاحبزادے سلام اور دو پوتے "معاویہ زید" مکحول اور ابن ابی کثیر روایت کرتے ہیں، تہذیب جلد ۱۰ ص ۲۹۶

Marfat.com

ابو السلام ممطور کو عمر بن عبد العزیز نے دار الخلافہ میں سماعت حدیث کی غرض سے بلوایا تھا ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۱

یحیٰی بن ابی کثیر ۱۲۹ھ سے حسین معلم نے دریافت کیا یہ مراسیل کس سے ہیں؟ آپ نے فرمایا بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کی جرأت کر سکتا ہوں، جب "بلغنی" کہوں تو وہ کتاب سے روایت ہوتی ہے۔ نیز جو احادیث ابو السلام سے بیان کرتا ہوں وہ بھی ایک کتاب ہے۔ تہذیب جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۹

معاویہ ۱۶۴ھ بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی کثیر نے مجھ سے بھائی زید بن سلام کی کتابیں لی تھیں۔ تہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۵

اور ابن ابی کثیر نے معاویہ بن سلام کو بھی ایک کتاب دی تھی۔ تہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۹ اوزاعی کہتے ہیں کہ مجھے بھی ابن ابی کثیر نے ایک صحیفہ دیا تھا۔ کفایہ صفحہ ۳۲۲ ہشام کہتے ہیں کہ ابن ابی کثیر نے لکھا کہ حضرت عمر کسی چیز کے حرام قرار دینے کو قسم تصور کرتے تھے۔ مسند احمد حدیث جلد ۳ صفحہ ۱۹۷۶

مکحول تابعی

مکحول شامی ۱۱۸ھ انس صحابہ اور ابو سلام ممطور سے روایت کرتے ہیں اوزاعی کے استاد ہیں۔ کہتے ہیں حدیث کی جستجو میں دنیا کا چپہ چپہ چھان مارا۔ آپ نے دو کتابیں لکھیں حدیث میں کتاب السنن، فقہ میں "کتاب المسائل" ابن الندیم صفحہ ۳۱۸ عبید اللہ بن عبید طائی کہتے ہیں کہ مکحول نے مجھے کتاب دی جس میں مسائل

وحرام سے متعلق مسائل تھے۔ (کفایہ صفحہ ۳۲۶) سعید بن عبد العزیز نے مکحول کی کتاب الحج علا بن حارث ۱۳۶ھ سے لی

تہذیب جلد ۸ صفحہ ۱۷۸

ابو موسیٰ اشعری

مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے، حبشہ کو ہجرت کی حضرت عمر کے عہد خلافت میں بصرہ کے گورنر ہوئے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں معزول ہوئے پھر مکہ میں مقیم ہو گئے اور ۵۲ھ میں وفات پائی۔

ابو بردہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد ابو موسیٰ اشعری کی احادیث سن کر لکھ لیا کرتا تھا۔ آپ نے کہا کیا کر رہے ہو۔ عرض کی آپ سے حدیث سن کر لکھ لیتا ہوں فرمایا وہ لاؤ مجھ سے احادیث سنیں تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔ جیسے از دارمی

کردوس بن عباس تغلبی ابو موسیٰ اشعری مغیرہ بن شعبہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل کہتے ہیں کہ وہ کتابیں پڑھا کرتے تھے

تہذیب جلد ۸ صفحہ ۳۲۶

شہر بن حوشب ۱۰۰ھ تابعی ہیں اکثر صحابہ سے روایت کرتے ہیں ان کے شاگرد عبد الحمید ان کی کتابوں سے روایت کرتے ہیں احمد بن صالح مصری کہتے ہیں کہ شہر کی مستند احادیث پر مشتمل کتاب ان کے پاس تھی جو ان کے دست ہے

تہذیب جلد ۴ صفحہ ۳۷۱

تدوینِ حدیث میں خواتین کا حصّہ

اسماء بنت عمیس

اسمأ بنت عمیس آغازِ اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئیں حبشہ کی طرف ہجرت کی فتح خیبر ۷ھ کے موقع پہ مدینہ تشریف لائیں، غزوہ موتہ میں ان کے شوہر حضرت جعفر طیار شہید ہوئے۔ چھ ماہ بعد حضرت ابوبکرؓ سے شادی کی ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے عقد میں آئیں حضرت علیؓ کی وفات کے بعد سنہ ۴۰ھ میں فوت ہوئیں "استیعاب"

آپ سے متعدد صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ایک مجموعہ تھا۔

"الفصول فی اصول التشریع الاسلامی لابی حاد سلمان"

سبیعہ بنت حارث اسلمیہ

سبیعہ کے خاوند سعد بن خولہ حجۃ الوداع میں فوت ہوگئے اور وہ اُمید سے تھیں پچیس دن بعد حمل سے فارغ ہوئیں نکاح کا خیال پیدا ہوا تو ابو السنابل بن بعکک صحابی نے کہا کہ آپ عدت وفات کے تمام ہونے سے قبل نکاح نہیں کر سکتیں انہوں نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ

حاملہ کی عدت وضع حمل ہوتی ہے اور نکاح کی اجازت فرمادی
عبید اللہ بن عتبہ نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم کو لکھا کہ محولہ
بالا مسئلہ سبیعہ سے دریافت کر لکھ بھیجیں چنانچہ عمر بن عبد اللہ
سے دریافت کرکے تحریر کیا اصابہ جلد ۴ ص۲۱۷ مسلم جلد ا ص۴۸۶

فاطمہ بنت قیس

فاطمہ ابو عمرو بن حفص کی بیوی تھی۔ اس نے بیک وقت
تین طلاق دے دیں عدت گذرنے کے بعد اسامہ بن زید سے
نکاح ہوا ایام عدت کے نفقہ اور سکنی سے متعلق مسئلہ فاطمہ اور
حضرت عمر کے درمیان مابہ النزاع تھا فاطمہ کا خیال تھا کہ مطلقہ ثلاثہ
نفقہ و سکنی کی حق دار نہیں اور حضرت عمرؓ اس کے برعکس تھے ابو سلمہ بن
عبد الرحمان نے یہی مسئلہ فاطمہ سے سن کر تحریر کیا۔ مسلم جلد ا ص۴۸۴

حضرت عائشہؓ

حضرت عائشہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں
آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم، خلیفہ اول کی لخت
جگر اور امت کی ماں ہیں۔ حدیث فقہ شاعری اور تاریخ عرب
وغیرہ فنون میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں۔ اجلہ صحابہ آپ کی علمیت
اور قوت اجتہاد اور نکتہ رسی کے قائل تھے۔ آپ نے ۵۸ھ میں ۶۶ سال کی
عمر میں رحلت فرمائی۔ تلامذہ کی فہرست طویل ہے گو آپ کتابت سے
ناواقف تھیں مگر تلامذہ نے آپ سے بہت کچھ لکھا ہے۔

عروہ بن زبیر

عروہ بن زبیر ۲۲ھ، ۹۷ھ آپ کے بھانجے اور خلیفہ اول کے نواسے تھے۔ بیت اللہ کے صحن میں دعا کی خدایا اپنا دین حدیث کی توفیق عطا فرما حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہ سے روایت کرتے تھے۔

یوم حرہ ۶۳ھ میں ان کی کتابیں تلف ہوگئیں، فرمایا کرتے تھے یہ کتابیں مجھے جان سے عزیز تھیں، جامع بیان العلم صـ ۲۸
یحییٰ بن زبیر کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ سے عرض کیا اپنے والد کی احادیث سناؤ تو انہوں نے کتاب دی اور کہا کہ یہ میرے والد کی جمع کردہ حدیثیں ہیں۔ کفایہ صـ ۲۲۱ حضرت عروہ نے غزوہ بدر کا مفصل حال تحریر کرکے خلیفہ عبدالملک کو ارسال کیا تھا۔

(طبری صـ ۱۲۸۵ بحوالہ خطبات مدراس۔)

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ والد محترم مجھ سے دریافت کیا کرتے تم نے لکھ لیا عرض کرتا کہ ہاں پھر فرماتے مقابلہ بھی کر لیا کفایہ صـ ۲۳۷
ابراہیم بن عرعرہ کہتے ہیں کہ معاذ بن ہشام نے ہمیں ایک کتاب دی اور فرمایا بقایا حدیثیں ہیں نے اپنے والد سے سنی تھیں کفایہ صـ ۲۲۱ حاتم بن اسمعیل ۱۸۶ھ ہشام بن عروہ کے تلمیذ کے پاس نہایت درست کتاب تھی تہذیب جلد ۲ صـ ۱۲۸ نیز ہشام نے جعفر بن ربیعہ کو لکھا کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نماز ابتداً دو دو رکعت فرض ہوئی کفایہ ۳۴۳
حجاج بن محارب کوف سے ہشام کے شاگرد ہیں عبدالرحمان بن حلم

Marfat.com

کہتے ہیں کہ میں نے ان کی کتاب نہایت درست پائی تہذیب ۴۰۸/۴
ابو عمرو سلمہ بھی ہشام کے شاگرد ہیں ابو سلمہ تبوذ کی کہتے ہیں ان کی کتاب
نہایت صحیح تھی۔ تہذیب جلد ۴ صـ۱۴۱

امام احمد فرماتے ہیں کہ کسی نے مجھے بتایا کہ ہشام کے صاحبزادے معاذ
فلاں جگہ مقیم ہیں میرے پاس ان کی مرویات کی کافی تعداد تھی چنانچہ میں
ان کے پاس گیا اور اجازت حاصل کی کفایہ صـ۲۷۲ سلیمان بن بلال ۱۷۲ھ بھی
ہشام کے شاگرد ہیں بوقت مرگ اپنی کتابوں کی وصیت عبدالعزیز بن
حازم کے نام کر گئے تھے تذکرہ ۲۴۷/۱ امام ذہلی کہتے ہیں کہ ابن ابی اویس ۲۲۶ھ
سلیمان بن بلال کے شاگرد کی کتابیں دیکھنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ سلیمان کے
پاس حدیث کا کافی ذخیرہ تھا۔ تہذیب ۱۷۶/۱ ایوب بن سلیمان ۲۲۴ھ
اپنے والد سے بواسطہ ابن ابی اویس ایک صحیفہ بیان کرتے ہیں تہذیب
۴۰۴/۱ عبیدہ بن ابی مرہ ۲۰۰ھ کے پاس عبدالجبار بن دراد اور سلیمان
بن بلال کی کتاب تھی مسند احمد ۔ ۔ ۔ جلد ۲ صـ ۱۷۸۶ حدیث ۱

محمد بن قاسم اور عمرہ

محمد بن قاسم اور عمرہ بنت عبدالرحمان بن ابوبکر کے پاس بھی
حضرت عائشہ کی احادیث کا ذخیرہ تھا جس کو بحکم خلیفہ عمر بن عبدالعزیز
گورنر مدینہ نے سپرد قلم کر دیا تھا۔

معاذہ عدویہ ۸۳ھ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں ان کے پاس بھی
حدیث کے متعدد مجموعے تھے معاذہ کے شاگرد یزید رشک سے
اسماعیل بن علیہ نے چار حدیثیں سنیں اسماعیل کہتے ہیں وہ کتاب سے دیکھ کر

سنایا کرتے تھے۔ لہذا میں نے ان کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور حضرت شعبہ نے ان کی جملہ کتب جو معاذہ کے سلسلہ سند سے تھیں قلم بند کر لیں
تہذیب جلد ۱۲ ص ۴۵۲ کفایہ ص ۲۲۹

حضرت شعبہ بن حجاج عتکی ۸۲ھ میں واسط میں پیدا ہوئے بقول حاکم مستدرک حضرت انس بن مالک ۹۳ھ عمر بن سلمہ ۹۵ھ کی روایت اور چار سو تابعین سے سماع حاصل ہے۔ علم حدیث کے امیر المومنین زاہد متقشف ناداروں اور مسکینوں کے غمگسار تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں، شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں علم ناپید ہو جاتا

محمد بن جعفر غندر ۱۹۳ھ ربیب شعبہ کہتے ہیں کہ شعبہ کے پاس قریبا بیس سال رہا۔ ان کے علاوہ کسی سے علم حدیث نہیں لکھا۔ ابن مہدی کہتے ہیں شعبہ کی حیات ہی میں ہم غندر کی کتابوں سے استفادہ حاصل کیا کرتے تھے اور صحت میں بلند پایہ بقول ابن مبارک بوقت اختلاف حکم تسلیم کی جاتی تھیں تہذیب ص ۹۶ ج ۹
غندر کے سوا آدم بن ابی ایاس ۲۲۰ھ اسماعیل بن سالم اسدی ۔۔۔ حفص بن سلیمان ۱۸۰ھ بہز بن اسد ۱۹۷ھ زفر بن ۔۔۔ ۲۰۴ھ مؤمل بن اسماعیل ۲۰۶ھ ہشام ابو الولید باہلی ۱۳۳، ۲۲۷ھ کے پاس بھی احادیث شعبہ کے مجموعے اور گلدستے تھے

تہذیب جلد اول ۸۰ ۔ ۱۳ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰۲

امام زہری اور تدوین حدیث

ابن شہاب زہری رح (۵۰ - ۱۲۴ھ) ایک جلیل القدر تابعی ہیں ان کو متعدد صحابہ کرام سے لقاء اور شرف تلمذ حاصل ہے اور امام مالک کے استاذ ہیں ذہانت، ذکاوت اور حافظہ بلا کا تھا، صرف ۸۰ دن میں قرآن پاک یاد کر لیا تھا۔ ایک دفعہ بات سن لیتے تو کبھی نہیں بھولتے تھے۔ ہشام بن عبدالملک (۱۲۵ھ) نے درخواست کی کہ حدیث تحریر کرا دیں تو آپ نے چار سو حدیث لکھوا دی، چند دن کے بعد ہشام نے عرض کی کہ صحیفہ ضائع ہو گیا ہے، دوبارہ لکھوا دیں تو نوازش ہو گی چنانچہ آپ نے بعینہ وہ حدیثیں بلا کم و کاست تحریر کروا دیں۔

یزید بن ابی حبیب (۱۲۸ھ) اور جعفر بن ربیعہ کو بھی حدیث قلم بند کر کے ارسال کی تھی، (مسلم ص۱۸۶ ج ۱ ص۲۴۹ جلد ۹ تہذیب)

تدوین حدیث میں امام آپ دیوانہ وار پھرے اور مختلف مقامات سے انمول موتی اکٹھے کر کے ایک لڑی میں پرو دیئے۔

(ابو الزناد و ابن کیسان)

ابو الزناد (۱۳۱ھ) کہتے ہیں کہ ہم صرف احکام ہی تحریر کرتے تھے مگر زہری جو کچھ سنتے تھے، لکھتے جاتے تھے، (جامع ص۳۷) چنانچہ زہری کی مغازی نبوی پر بھی ایک کتاب موجود ہے۔

(مقدمہ المغازی الاولی و مولفوہا ص۵)

صالح بن کیسان (۱۴۵ھ) کہتے ہیں کہ میں اور زہری رح دونوں ہم سبق

تھے ابتداً ہم نے صرف حدیث رسولؐ ہی قلم بند کی پھر زہری نے کہا کہ اقوال صحابہ بھی تحریر کریں، چنانچہ انہوں نے لکھے اور میں نے نہ لکھے، ہوا یہ کہ وہ کامیاب رہے اور میں ناکام۔ (تہذیب ص۴۴۸ ج ۹)

تدوین حدیث کا اس قدر شغف تھا کہ ہر مجلس میں جاتے ہر ایک سے حدیث سنتے اور ایک ایک انصاری کے گھر جاتے یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے بھی دریافت کرتے۔ (تہذیب ص۴۴۹ جلد ۹)

امام زہری کی اہلیہ کا بیان ہے کہ ان کی کتابیں میرے لئے تین سوکنوں سے بھی زیادہ دشوار تھیں

ولید بن یزید کے قتل کے بعد ان کا کتب خانہ کئی جانوروں پر لاد کر دیا گیا تذکرہ ص۱۰۶ ج ۱

ان کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے جن میں [illegible] عبداللہ [illegible] قلم بند کی ہے

ابن معین (وفات ۲۳۳ھ) کہتے ہیں کہ امام زہری کے تلامذہ میں سے امام مالک، یونس، عقیل، شعیب اور سفیان بن عیینہ نہایت بلند پایہ شخصیتیں ہیں

امام مالک

امام مالک (وفات ۱۷۹ھ) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ آئمہ اربعہ [illegible] صاحب مذہب امام ہیں آپ کی کتاب "مؤطا" مشہور عالم ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید انصاری (وفات ۱۴۳ھ) نے مجھے کہا کہ زہری کی مرویات لکھ کر ارسال کریں چنانچہ میں نے لکھ دیں۔ الغایہ

عقیل یونس اور معمر

اسحٰق بن راہویہ کا بیان ہے کہ عقیل (وفات ۱۴۱ھ) حافظ حدیث ہیں۔ اور

Marfat.com

یونس (۱۵۹ھ) صاحب کتاب ہیں

یونس بن یزید زہری نافع وغیرہ کے شاگرد ہیں، امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں معمر (۱۵۴،۹۶ھ) زہری کی حدیث کے بہت بڑے حافظ ہیں، لیکن یونس کے پاس سب کچھ قلم بند ہے۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ یونس کی کتاب درست اور صحیح ہے۔

(تہذیب ص۴۵۵ ج ۱۱)

عنبسہ بن خالد (۱۹۸ھ) کے پاس ان کے چچا یونس کی کتابوں کے کئی نسخے تھے، (تہذیب ص۱۵۴ ج ۸)

شعیب بن سعید تمیمی (۱۸۶ھ) کے پاس یونس کی کتابیں تھیں۔ ابن عدی کہتے ہیں، کہ ان کے پاس زہری کی حدیثیں تحریر تھیں اور وہ نہایت درست تھیں (تہذیب ص۳۰۸ ج ۴)

ابو حاتم سے دریافت کیا گیا کہ عقیل (۱۴۴ھ) اور معمر (۱۵۴ھ) دونوں میں سے کون زیادہ ثقہ اور معتبر ہیں تو انہوں نے کہا کہ عقیل ثقہ اور صاحب کتاب ہیں۔ (تہذیب ص۲۵۶ ج ۷)

سلامہ بن روح (۱۹۷ھ) اپنے چچا عقیل سے یہی کتاب روایت کرتے ہیں (تہذیب ص۳۸۹ ج ۴)

اور معمر کے پاس غزوات نبوی سے متعلق ایک کتاب تھی۔

(المغازی الاولی ومولفوہا ص۴۷)

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر سے دس ہزار حدیثیں لکھیں، تذکرہ ص۱۷۹ ج ۱)

ابن ابی حمزہ اور سفیان بن حسین

شعیب بن ابی حمزہ (۱۶۳ھ) امام زہری سے حدیث تحریر کیا کرتے

تھے، امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ شعیب کی کتابیں کامل اور درست پائیں۔
(تذکرہ صہ ۲۰۵ ج ۱)

ابوالیمان حکم بن نافع ۱۳۸ھ-۲۲۱ھ کہتے ہیں کہ شعیب حدیث کے معاملے میں نہایت سخت تھے، مرض الموت میں ہم ان کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے فرمایا میری کتب حدیث جو چاہے مجھ سے روایت کر سکتا ہے اور جو صاحب سماع چاہیں وہ میرے بیٹے سے سن سکتے ہیں اس کو سب کتابوں کا سماع حاصل ہے، ابن شعیب کہتے ہیں کہ ابوالیمان نے مجھ سے میرے والد شعیب کی کتابیں حاصل کیں کفایہ صہ ۳۲۲ تہذیب ۱۴۴ ج ۲

سفیان بن حسین ۱۶۲ھ امام زہری سے ایک صحیفہ روایت کرتے ہیں مگر وہ ان سے مخلوط ہو گیا تھا۔ تہذیب صہ ۱۰۱ ج ۴

ہشام بن عبدالملک ۱۲۵ھ کے غلام صالح بن ابی الاخضر ۱۴۵ھ کے پاس زہری کی کتابیں تھیں تہذیب صہ ۳۸۱ ج ۴

(اسحٰق بن یحیٰی وھشیم)

اسحٰق بن یحیٰی ۱۰۰ھ زہری کے شاگرد۔ ذہلی کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے مجھے احادیث زہری کا مجموعہ دکھایا جو کہ صحیح تھا تہذیب صہ ۲۵۵ ج ۱

اسحٰق بن راشد کہتے ہیں کہ مجھے بیت اللہ میں امام زہری کی کتاب ملی
تہذیب صہ ۲۳۱ ج ۱

اسماعیل بن رافع نے بھی امام زہری سے حدیثیں لکھی تھیں، مگر وہ گم ہو گئیں تہذیب صہ ۲۹۶ ج ۱

عبدالرحمان بن خالد ۱۲۷ھ کے پاس امام زہری کی ایک کتاب تھی جو دو سو حد احادیث پر مشتمل تھی۔ لیث بن سعد ۹۴ھ-۱۷۵ھ ان سے

یہ کتاب روایت کرتے ہیں تہذیب ص۱۹۵ ج ۶)

نیز لیث بن سعد کے پاس عبید اللہ بن ابو جعفر ۱۲۰/۶۰ھ کی کتابیں تھیں

کفایہ ص۲۲۱)

عبد الرزاق بن عمر ۔ ھ نے امام زہری سے حدیثیں لکھی تھیں مگر یہ ان سے کھو گئی تھیں۔

تہذیب ص۳۱ ج ۶)

عبد الرحمٰن بن یزید امام زہری سے ایک ضخیم کتاب روایت کرتے ہیں

تہذیب ص۲۹۵ ج ۶)

ہشیم بن بشیر ر ۱۰۴/۱۸۳ھ نے امام زہری سے مکہ معظمہ میں ایک صحیفہ لکھا تھا اور احمد بن نصر خزاعی ۲۳۱ھ کے پاس ہشیم کی تصنیفات تھیں

تہذیب ص۸۷ ج ۱۱)

ابن مہدی کہتے ہیں کہ ہشیم کا حافظہ بے نظیر تھا۔ اور ابو عوانہ ۱۷۶ھ کی کتاب ان کے حافظے سے بھی بہتر تھی۔ تہذیب ص۶۱ ج ۱۱)

ابن مہدی کہتے ہیں کہ ابو عوانہ اور ہمام بن یحییٰ کی کتابیں بہت درست تھیں، تہذیب ص۱۱۹ ج ۱۱) (ہمام اور ابراہیم)

ہمام بن یحییٰ ۱۶۳ھ زہری اور نافع مولی ابن عمر وغیرہ کے شاگرد ہیں یزید بن زریع ۱۸۱ھ کہتے ہیں کہ ان کا حافظہ تو کوئی اتنا اچھا نہ تھا مگر ان کی کتاب نہایت صحیح تھی تہذیب ص۶۷ ج ۱۱)

ابراہیم بن محمد ۱۸۴ھ زہری کے شاگرد ہیں نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے ان کی کتابوں پر پچاس دینار خرچ کئے تہذیب ص۱۵۸

حفص بن غیلان اور صالح بن ابی منیع

حفص بن غیلان ۔ ھ امام زہری سے کئی ایک نسخہ حدیث روایت

Marfat.com

کرتے ہیں تہذیب ص۴۱۹ ج ۲۔

حجاج بن یوسف بن ابی منیع امام زہری سے اپنے دادا کے واسطہ سے ایک صحیفہ روایت کرتے ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھے احادیث زہری کا ایک صحیفہ دکھایا جو کہ صحیح تھا تہذیب ص۲۰۶ ج ۲ "ابن ارقم"

سلیمان بن ارقم ستہ زہری کے تلمیذ ہیں یحییٰ بن حمزہ ۱۸۳ھ ان سے ایک صحیفہ روایت کرتے ہیں۔ تہذیب ص۱۹۰)

یہ صحیفہ یحییٰ بن حمزہ سے سلیمان بن عبدالرحمان ۲۳۳ھ بیان کرتے ہیں یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ یہ کتاب درست تھی تہذیب ص۲۰۸

عبدالملک بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ امام زہری نے کسی شخص کو چند حدیثیں تحریر کر کے دیں اور فرمایا کہ مجھ سے روایت کرو۔ کفایہ ص۲۶۹

عبیداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم امام زہری کے پاس ایک کتاب لایا اور عرض کی کہ یہ احادیث آپ سے روایت کر سکتا ہوں تو انہوں نے اجازت فرما دی۔ (کتاب العلل ترمذی ص۲۳۹ ج۲)

محمد بن اسحاق اور ابن عقبہ

محمد بن اسحاق ۸۵ھ-۱۵۰ھ زہری کے شاگرد ہیں ان کے پاس کتاب الخلفا تھی۔ مغازی الاولی وهو لغو یا ص۶

معمر ۱۵۳ھ کہتے ہیں کہ ابراہیم بن ولید اموی زہری کے پاس ایک کتاب لائے اور پڑھ کر سنائی عرض کیا کہ یہ آپ سے روایت کر سکتا ہوں تو فرمایا ہاں کفایہ ص۲۶۶

موسیٰ بن عقبہ ۱۴۱ھ زہری کے شاگرد ہیں اور امام مالک کے استاذ

Marfat.com

ہیں۔ امام صاحب ان کے بہت مداح تھے۔

ابن معین کہتے ہیں کہ مغازی میں موسی کی کتاب بہترین ہے (تہذیب ص۳۶۱

نیز زیاد بن عبداللہ عامری ۱۸۳ھ اور سلمہ بن فضل ابرش انصاری ۱۹۱ھ

دونوں کے پاس باب مغازی میں بہترین کتابیں تھیں (تہذیب ص۷۶ ج ۳

ص۱۵۳ ج ۴

اوزاعی

ابو عمرو اوزاعی ۸۸۔۱۵۷ھ امام زہری کے تلمیذ عظیم المرتبت فقیہ اور محدث ہیں۔ ان کا کتب خانہ یمامہ میں تھا ان سے کئی ایک علمی رسائل مروی ہیں (تہذیب ص۲۴۱ ج ۶)

ولید کہتے ہیں کہ اوزاعی کتابیں نہایت درست اور صاف لکھتے تھے (کفایہ ص۲۵۵

اوزاعی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی کثیر ۱۲۹ھ اور زہری نے مجھے ایک ایک صحیفہ عطا فرمایا (تہذیب ص۲۴۱ ج ۲)

عمر بن عبدالواحد کہتے ہیں کہ اوزاعی نے مجھے ایک کتاب دی اور روایت کی اجازت فرمائی کفایہ ص۳۲۲

ولید بن یزید ۱۸۷ھ اوزاعی کے تلمیذ ہیں۔ اوزاعی خود ان کے متعلق گویا ہیں کہ اس کی کتابیں بہت درست ہیں (تہذیب ص۱۵۱ ج ۱۱)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ محمد بن کثیر ۲۱۶ھ نے مجھے "مرویات اوزاعی" کی ایک کتاب دی (تہذیب ص۴۱۶ ج ۹)

ولید بن مسلم ۱۹۵ھ اوزاعی کے شاگرد ہیں ابن جوصانہ کہتے ہیں کہ ان کی ستر تک تصنیفات ہیں تہذیب ص۱۵۱ ج ۴)

ستر محمد بن صباح ۲۴۰ھ کے پاس ولید کی کتاب تھی

تہذیب ص۲۲۹ ج ۹)

ابن جریج

ابن جریج ۱۵۰ھ امام زہری کے تلمیذ جلیل القدر فقیہ اور محدث تھے کہتے ہیں کہ میں عطاء بن ابی رباح ۱۱۵ھ کے ساتھ برابر دس برس رہا۔ اناں بعد عمرو بن دینار ۱۲۶ھ کی صحبت میں سات سال رہا، الحمد اللہ تدوین حدیث میں نمایاں حصہ ہے (تہذیب ص۴۰۴ ج ۶)

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں زہری کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن جریج تین ورق ــ دونوں طرف سے لکھے ہوئے ــ لائے ان سے اجازت روایت طلب کی تو آپ نے اجازت فرما دی (کفایہ ص۳۰۹)

ابن جریج کہتے ہیں کہ زہری نے مجھے ایک صحیفہ دیا اور میں نے وہ نقل کر لیا۔ (تہذیب ص۴۰۳ ج ۶)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں امام زہری کی خدمت میں حدیث کی ایک کتاب اجازت حاصل کرنے کی غرض سے لایا (تہذیب ص۳۶۵ ج ۲)

ابن جریج کہتے ہیں کہ نافع مولی ابن عمر ۱۱۷ھ نے مجھے کتابوں کا ایک تھیلہ دیا۔ (کفایہ ص۳۰۲)

ابن جریج کا بیان ہے کہ میں ہشام بن عروہ ۱۴۶ھ کے پاس ایک کتاب لیکر حاضر ہوا، عرض کیا یہ آپ کی مرویات روایت کر سکتا ہوں تو انہوں نے اجازت فرما دی۔ (کتاب العلل ترمذی ص۲۳۹ ج ۲)

یزید بن زریع ۱۸۱ھ کہتے ہیں کہ ابن جریج ابان بن ابی عیاش سے کی خدمت میں ایک صحیفہ لیکر حاضر ہوئے عرض کیا یہ احادیث روایت کر سکتا ہوں تو آپ نے فرمایا ہاں اجازت ہے (کفایہ ص۳۲۱)

ابن جریج کے پاس کتاب "المناسک" تھی جو کہ وہ لوگوں کو سنایا کرتے تھے (کفایہ ص۲۵۵)

حجاج بن محمد اعور (۲۰۶ھ) نے ابن جریج سے تفسیر سنی اور دیگر کتابیں بھی ہیں۔ (تہذیب صہ ۲۰۵ ج ۲)

ابن جریج کے پاس عطاء خراسانی (۱۳۵ھ) کی بھی کتاب تھی۔ (تہذیب صہ ۲۱۴ ج ۷)

حجاج بن محمد نے عرض کیا جو کتابیں میں نے آپ سے پڑھی ہیں ان کی روایت کی مجھے اجازت ہے تو آپ نے فرمایا، ہاں اجازت ہے (کفایہ صہ ۲۷۹ ج)

امام احمد کہتے ہیں کہ سنہ ۲۲۶ھ کو میں نے دیکھا کہ وہ حجاج بن محمد سے "کتاب الجامع" لابن جریج پڑھ رہے تھے (تہذیب صہ ۲۴۴ ج ۲)

محمد بن مسلم (۱۷۷ھ) ابن جریج کے شاگرد ہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی کتابیں درست ہیں (تہذیب صہ ۴۴ ج ۹)

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہم ابن جریج کی تصنیفات کو نہایت درست اور معتبر ہونے کی وجہ سے "کتب امانت" کہتے تھے۔ (تہذیب صہ ۴۰۴ ج ۶)

(میاں عنایت اللہ نے استقلال پریس لاہور سے چھپوا کر جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے شائع کی)

Marfat.com

فہرست

	صفحہ		صفحہ
فتنۂ انکارِ حدیث کی سرگذشت	۱	امام مسلم رح	۶۰
فنِ کتابت اور عربوں کے حافظے	۵	امام ابو داؤد رح	۶۱
ضرورتِ حدیث اور اس کی اہمیت	۱۹	امام ترمذی رح	۶۴
ڈاکٹر اقبال اور حدیث	۲۹	امام نسائی رح	۶۵
روایت میں حزم و احتیاط	۳۱	امام ابن ماجہ رح	۶۶
روایت بالمعنیٰ	۴۱	ابن عمرؓ اور تدوینِ حدیث	۶۹
تدوینِ حدیث	۴۵	نافع کا تدوینِ حدیث میں حصہ	۷۱
مستشرقین اور فریب خوردہ مسلمان	۴۶	موسیٰ بن عقبہ رح	۷۲
مجالس تذکرہ حدیث	۴۷	ابن عون رح	۷۴
حدیث کی تلاش و جستجو کا شوق	۴۸	دین پرویزی	۷۵
تدوینِ حدیث کے متعلق دشمنانِ		جابر بن عبداللہؓ	۷۶
اسلام کا اقرار	۵۲	حسن بصری رح	۷۸
خلیفہ وقت کا منشور	۵۶	صحیفہ عبداللہ عمرو بن عاص	۸۰
تدوینِ حدیث میں زہری کا حصہ	،	عمرو بن شعیب	۸۱
دوسری صدی میں تدوینِ حدیث	۵۷	حضرت ابوہریرہؓ	۸۴
مسانید کا دور	۵۸	حضرت سمرہؓ بن جندب	۹۰
امام بخاری رح	۵۹	ابو قلابہ تابعی	۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعہ محمدیہ

یہ ایک عظیم الشان دینی درس گاہ ہے، جہاں ابتداء سے آخر تک تمام عربی علوم صرف و نحو، تاریخ و ادب، منطق و فلسفہ، فقہ و اصول، حدیث و تفسیر پڑھائے جاتے ہیں۔ اس درس گاہ کو حضرت العلامہ جناب حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھو کے ضلع فیروزپور میں جاری کیا تھا اور اب اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں پوری شان و شوکت سے جاری ہے اور سینکڑوں تشنگانِ علوم دینیہ اس چشمۂ فیض سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں اور نہایت قابل اور محنتی اساتذہ کی ایک جماعت تدریسی خدمات انجام دے رہی ہے۔

جملہ اہلِ توحید و سنت کی خدمت میں اپیل ہے کہ دامے، درمے ہر طرح درس گاہ کی اعانت کریں اور اس دینی و ملی خدمت میں فراخ دلی سے حصہ لیں۔

الداعی

جملہ خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:- معین الدین ناظم جامعہ محمدیہ اوکاڑہ (منٹگمری)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ

تاریخ تدوینِ حدیث

26

جس میں صحابہ کرامؓ کی دستاویز اور صحائف تابعین کی
علمی خدمات اور قلمی کاوشوں اور ائمہ کرام کی تصانیف
اور مسانید کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا
ہے۔

✶

ہدایت اللہ ندوی
استاذ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

جامعہ محمدیہ اوکاڑہ
ضلع منٹگمری
مغربی پاکستان
نشر سے

([illegible])